مکمل ڈراما

جلوۂ امید

عرف

فریبی عورت

مصنفہ منشی عشرت حسین صاحب نشتر

مؤلفہ

ایم ایس جوہر

بفرمائش

بھائی دیا سنگھ اینڈ سنز تاجران کتب پبلیشرز لاہور

بار چہارم { ہندوستان الیکٹرک پریس لاہور میں باہتمام [illegible] سنگھ پرنٹر چھپا } تعداد ایک ہزار

۷۸۶

مکمل ڈراما

جلوۂ حسد

عرف

فریبی عورت

باب پہلا — سین پہلا — حمد

گانا

داور، داور شٹے نام گھٹے دکھ دکھوں کے بڑے سکھے دنیا میں والی
من کا تو دھن کا ہے داور۔
شان یزداں دیکھو ارض و سما کی رنگت رنگ برنگ روز گار نگت کا
ہے داور

دوہا

بنایا لفظ کُن سے جب زمین و آسمانوں کو
کیا معمور اپنے نور سے تاریک خانوں کو
بلندی اور پستی میں دکھایا تو نے وہ جلوہ
کہ روشن کر دیا تحت الثریٰ کے شامیانوں کو
پھر اپنی حمد کے لائق کیا پیدا محمدؐ کو
بنایا جس نے قندیل ارم ظلمت خانوں کو
جگت کے ایک لاکھ اسی ہزار پیغمبر کہ جنکو روشن نام کا جھنڈا
ہے۔ لیکن اب وحدت کا زمینوں آسمانوں میں باقی سدا محشر تک
محمدؐ کا ڈنکا ہے۔ داور

پہلا شخص ۔ لوگ عدم سے آئے ہیں دنیا کا ناٹک دیکھنے
لیکن ہم دنیا میں آئے اپنا ناٹک دیکھنے

دوسرا شخص ۔ ہیں کیا کہا۔ ناٹک۔ مقدس جناب۔ ایسا ناپاک لفظ زبان سے نکال کر اپنی زبان گندی نہ کیجیے۔ جب قدرت کے بنائے ہوئے سچے سین تمہاری آنکھیں دیکھ رہی ہیں۔ تو پھر ناٹک کے بناوٹی اور نقلی سین دیکھ کر کس لیے اپنی آنکھوں کو خراب کرتے ہو۔

تیسرا شخص ۔ یہ تمہاری سراسر غلطی ہے۔ ورنہ اس ناٹک کے چھوٹے آئینے میں قدرت کا سچا عکس اتارا جاتا ہے یعنی جسطرح ایک انسان اپنی زندگی کا فرض منصبی ادا کر کے عالم بقا سے عالم فنا کو کوچ کر جاتا ہے اسی طرح ایک ایکٹر بھی اسٹیج پر آکر گھڑی دو گھڑی بناوٹی بھیس میں اپنا پارٹ ادا کر کے چلا جاتا ہے۔

پہلا شخص ۔ جناب یہ لسانی رہنے دیجیے ہم نے تو کوئی آجتک ایسا ناٹک نہیں دیکھا جو کہ نیک عمل کا سبق پڑھا سکے۔

دوسرا۔ تو پھر آج تک تم ناٹک میں کیا دیکھتے ہے۔

تیسرا۔ وہی بے نتیجہ قتل و خون کے افسانے۔ گل بکاولی اندر سبھا کے تماشے کم سن نوجوان لوگوں کو خراب کرنے والے ڈرامے۔

پہلا۔ اچھا اگر ایسا ہے تو چلو آج ہم تمکو ایسا ناٹک دکھلائیں کہ جسے دیکھکے تم کو یہ معلوم ہو جائے۔ کہ ملکی تہذیب حاصل کرنے کا کونسا طریقہ ہے

گانا

سرجن جگ میں روشن نام کرنے کو سرتاج نبی عالیشان آیا ہے۔
صاحب صفت پاک جگ مولا جس پہ سچا قرآن آیا ہے
مسلم گن گیان دہرائے آل رسول نے کیسے انمول بیجے شہیدا لگ
علم تن سے کرواپئے جن پہ سارے جہان کا مان آیا ہے۔
سرتاج نبی عالی شان آیا ہے۔ سرجن جگ میں روشن نام کرنیکو

سین پہلا

باب پہلا

کرہ زمین باغ شہر جیل وغیرہ

سپاہی پہلا۔ نہ جس نے دیکھا ہو نورِ حق کو وہ دیکھے شمع طورِ دنیا
جسے سمجھتے ہے نور حق ہم وہ ہے حقیقت میں نور دنیا

دوسرا۔ قیام ازل سے ہے جسکا قایم غرور ہے جسکا ہردم دوام
بگڑ بگڑ کر رہینگے سالم یہ نہی عبث یہ غرور دنیا

تیسرا۔ نصیب اپنا بنے سکندر رہے جو نظرِ عنایت ہم پہ
یہ دل تو کیا دیدوں کاٹ کر سر چھپا دوں عیش و سرور دنیا

چوتھا۔ ہے زندگی بقی زندہ دولت تو آرام کی ہم کو لینے ہے دولت
جو شکل دنیا ہو ایک غائب تو دوسری ہو ظہور دنیا

ارزق　جسے ہو دنیا کی کچھ ہوس تو وہ جلوہ بے مثال دیکھے
عروج پائیگا پھر وہ ایسا نہ عمر بھر پھر سوال دیکھے
جمال میں ہو جو اک تجلی تو پھر وہ ایسا جمال دیکھے
ہزاروں جلوے ہوں جسمیں قایم تو کوئی کیا کیا کمال دیکھے

شرجیلہ　ہے مجھ کو کبر و غرور زیبا وہ حسن زیبا ہے میرا اعلےٰ
جھکائے سجدے میں سر فرشتہ جو جلوہ بے مثال دیکھے

ارزق　سعید ہے تیرا روئے زیبا کمال ہے تیرا ہر کرشمہ
بشر تو کیا پاؤں پوجے شیطان جو تیرا رعب و جلال دیکھے

اے حسن زندگی کے پرستارو تم کو ابھی تک یہ نہیں معلوم ہوا ہوگا کہ قندیل دنیا کے چار آئینہ۔ پورب پچھم اتر و دکن کے بیچوں و بیچ میں سے نکل آفتاب نے تمہارے سروں پر چمکنے کی کیوں تکلیف فرمائی ہے۔

پہلا سپاہی۔ ہمکو زندگی کا طریقہ بتانے کیلئے۔

ارزق　ماسوا اسکے جبکہ دنیا کی حالت اسقدر بگڑ گئی ہو۔ کہ کسی لئے دماغ پادری و فلاسفر حادی و رہبر پنڈت و پرمیشر کے سمجھانے سے بھی راہ راست پہ نہ آئے　تو اپنی حالت درست کرنے کیلئے اگر کوئی ضرورت محسوس ہو۔ تو؟

دوسرا سپاہی بیشک ہونی چاہیئے۔

شرجیلا۔ اج سے عبادت کس کی کروگے۔

سب سپاہی۔ آپکی اور آپ کے حکم کی۔

شرجیلا۔ نہیں جس خدا کی عبادت تم کرتے ہو۔ تو اسی کی کرو اور آج سے میرا حکم اس طرح مانو جس طرح خدا کا حکم مانا جاتا ہے۔

مسافر۔ وہ دنیا کونسی ہے جسکی عدم میں دھوم سنتے تھے۔

کہاں ہیں وہ حسین جن کا کہ ہم ارمان کرتے تھے
کہاں ہیں خدا سے جن پہ جاں قربان کرتے تھے
کہاں ہیں وہ مزے جن کے لئے ہم جی سے مرتے تھے
ہم آئے بھی تو آکر ہائے کیا دیکھا
جو دیکھا بھی تو بس ظلمت کدہ دیکھا

شرجیلہ۔ کیوں ارزق یہ کون ہے۔ جو تمہاری تاریکی میں عدم کا دروازہ بنا کر ظاہر ہوا ہے۔

ارزق۔ ہاں کچھ ایسا ہی معلوم ہوتا ہے۔

مسافر۔ او روشن ہستی۔ خدا نے تجھکو ایمان کیلئے زندگی کے زیورات سے آراستہ کر کے دنیا کیلئے نہیں بنایا تھا۔ مگر تو نے سیاہ بختوں میں مل کر کیسے کیسے سوگواری کے لباس پہن لئے بول بول کہ اب ایک تھکا ہوا مسافر کہاں جائے تاریکیٔ گناہ میں تجھے کون رستہ بتائے۔

جو چلتا ہوں میں آگے تو بدی میں پاؤں پھنستے ہیں
خدایا کس طرف جاؤں یہاں تو لاکھ رستے ہیں

ارزق۔ ادھر تم آؤ اور دیکھو کہ کون انساں بستے ہیں
یہ وہ رستہ ہے جس میں پھول راحت کے برستے ہیں

مسافر۔ آپ مجھے کس راستے کی طرف بلا رہے ہیں۔

ارزق۔ حسن پرستی کی طرف۔

مسافر۔ حسن پرستی کونسا فرقہ ہے۔ اور اس میں عبادت کا کیا طریقہ ہے۔

شرجیلہ۔ مردوں کے حسن کی عورتیں پوجا کرتی ہیں۔ اور عورتوں کے حسن کی مرد پوجا کرتے ہیں۔

مسافر۔ بھلا اس سے کیا نتیجہ۔

ارزق۔ آزاد زندگی کے لئے ایک آسان فرقہ ہے۔

مسافر۔ میں عدم سے کسی کا فرقہ قبول کرنے نہیں آیا ہوں بلکہ اپنے
ایمان پر ثابت قدم رہنے کیلئے آیا ہوں۔
شیر جیلہ۔ اگر تو ایمانداری اور دنیا کو دیکھنا چاہتا ہے تو مجھے دیکھ۔
شکل دنیا کی جو دیکھ تو ہے صورت میری
عیش ہر دن کا ہے ہر رات کی راحت میری
مال و زر لعل و گوہر اور ہے دولت میری
ساری دنیا میں ہے اب پھیلی حکومت میری
رفعت حسن سے کوئی ہم پہ برا وقت نہیں ہے
کالی صورت کا یہاں ایک سیہ بخت نہیں۔
مسافر۔ نہ میں دنیا کی راحت چاہتا ہوں اور نہ کوئی فرقہ چاہتا ہوں
شیر جیلہ۔ تو پھر اور کیا۔
مسافر۔ فقط ایمان اور توحید خدا۔
ارزق۔ خاموش بے حیا۔ اُن مہمل لفظوں زبان پر لاتا ہے۔ جن کی
آواز تک معنی اور مضمون سے خالی ہے۔
مسافر۔ کیا وہ آواز خالی ہے۔ جو ریگستان کے میدانوں سے ہوتی ہوئی
قلعوں کے بلند میناروں سے گونجتی ہوئی گلستان سے بلند ہوتی ہے۔
کیا وہ آواز خالی ہے
کس نہیں سکتا کوئی آواز اس آواز پہ
جو خدنگ ہو کے چلی ہے ہر دل ناساز پہ
ارزق۔ او بدنصیب انسان تو دنیا میں اسلئے پیدا ہوا ہے۔ کہ آزاد زندگی
پھرے اڑائے۔ اور فضول پابندیوں کی قید سے چھوٹ جائے۔
مسافر۔ آزادی اور کونسی آزادی۔
ارزق۔ وہ آزادی جس نے بگڑی ہوئی دنیا کی اصلاح کی۔ وہ آزادی

جس نے انسان کو عمر بسر کرنے کی راہ بتا دی۔

مسافر۔ لعنت ہے اس آزادی پر۔ جو انسان کو گمراہ بنائے۔ لعنت ہے اس آزادی پر کہ جسے انسان دستور العمر سمجھے ؎

آدم سے پہلے کون تھا اور کس کا نور ہے
وہ کون ہے جو آپ میں آپ ایک سرور ہے
حرص و ہوس بغاوت کہ جس سے دور ہے
ہر ذرۂ ناچیز میں جس کا ظہور ہے ٭
قانون قدرتی سے زمیں اک خمیر ہے
یہ وہ نیک عمل ہے جو کہ خدا کی نظیر ہے

ارزق۔ او جاہل شخص انسان خود خدا ہے۔ جسکا پتلا خود آگ مٹی ہوا پانی سے بنا ہے۔ پھر اس میں قانون قدرت کی ضرورت ہی کیا ہے

مسافر۔ ضرورت وہ ضرورت ہے کہ جو ایک بچے کو ماں کے دودھ کی ضرورت یا ایک مرد کو روزگار کی ضرورت یا ایک دوکاندار کو بیوپار کی ضرورت ہوتی ہے۔

ارزق۔ انسان کا حسن خود قانون قدرت بن کر دنیا پر ظاہر ہو رہا ہے۔

مسافر۔ او شیطان لعنت ہے تجھ پر اُس حسن آفرین کی۔ کہ جس کو قانون قدرت جانتا ہے ؎

تیری سرکشی سے کہیں اُس کے دل میں بل نہ آئے
جو مر گئے وہ پردۂ فلک باہر نکل نہ آئے
نہ مرد تم اُن پہ مضطرب ہو بہت ہیں چند روزہ
تم اُسی خدا کو پوجو کہ جسے اجل نہ آئے

ارزق۔ او اجل رسیدہ انسان کیوں میری تلوار کو نیام سے باہر نکلنے کی صلاح دیتا ہے ہوش کر ؎

نیکیوں یہ مرتا ہے عقبےٰ میں جینے کے لئے
کیا جہاں میں آیا اپنا خون پینے کے لئے

مسافر۔ کیا میں اُس حسین عورت کا کلمہ پڑھوں کہ جس کے حسین اور سُرخ رخساروں میں مکاری اور زناہ کاری کی سُرخی پھوٹ پھوٹ کر دکھائی دے رہی ہے۔ جسکے سفید چہرے کے پسینے سے بے ایمانی کی بو آ رہی ہے۔ اُسکا کلمہ پڑھوں ؎

دیکھ کر میں نور وحدت گر پڑوں کیوں غار میں
پہلے آنکھیں پھوڑ دو اور پھر دھکیلو غار میں

شرچیلہ۔ او ذلیل انسان غور کر ؎

میں شہ حسن ہوں اور حسن کی حکومت ہوں میں
پر گنہگار کے ارمان کی حاجت ہوں میں۔
میں ہوں خود بحر فناہ اور کشتیٔ خلقت ہو میں
عیش ہر دن اور ہر رات کی راحت ہو میں
زندگی میں میری ضرورت ہے ہر اک ہی رُوح کو
میری ہی خواہش رہی طوفان میں بھی نوح کو

مسافر۔ اگر دنیا تیرا ہی نام ہے۔ تو تیرا کلمہ تو کجا۔ میں تیرے چہرے پر نظر نفرت سے تھوکونگا بھی نہیں ؎

تو وہ ہے بدی سے جو شب دیجور ہے۔
اسقدر جو حُسن پر اپنے تو یوں مغرور ہے
تُو ہے وہ بدی جُدا جس سے خدا کا نور ہے
اس نقشے پر ذوف ہے جسمیں کہ یوں تو حور ہے
تجھے الفت کر کے لعنت پائی ہے ابلیس نے
تجھ سے نفرت کر کے پائی جنت ہے ادریس نے

شترچیلہ۔ او بے حیا بلاؤں موت کا فرشتہ۔
مسافر۔ چپ بے حیا موت کے فرشتے کو کیا اپنا حسن پرست عاشق سمجھا ہوا ہے جو تیرا ساتھ دیگا۔
ارزق۔ اگر وہ نہیں تو یہ ہاتھ ضرور تیرا کام تمام کریگا ؎
رنگین کھلونے کی طرح ہے موت میرے ہاتھ میں
زندگی اس ہاتھ میں اور موت ہے اس ہاتھ میں
مسافر ؎ مجھ کو ماریگا وہی کہ جس نے پیدا ہے کیا
جو کہ مالک ہے ازل سے موت کی بھی موت کا
ارزق۔ او خود سر انسان۔ اگر تو ہمارا کہنا نہ مانیگا تو تو اپنے ہی خون میں نہلایا جائیگا ؎
میں ہوں وہ کہ جس سے ظلم کی امید ہے
میرے ہر طرز عمل میں رحم کی تردید ہے
قتل کے دن لطف و خوشی کی دید ہے
خون ہے جس دن کو تیرا اسدن اپنی عید ہے
بتا تو رحم تجھ کو اب ملیگا کس جگہ
کانپتی فرش زمین کی سرزمین ہے اس جگہ
مسافر۔ او شیطان خدا کے قہر و غضب کے آگے اس جگہ کی اصل ہی کیا ہے
ہے ایسی شان اس نام پاک اللہ اکبر میں
کہ جس کی وحدت کا ہے جلوہ پھیلا آج گھر گھر میں
نہ رہنے سکتی وہی ذرا بھی دارا کے لشکر میں
کچل ڈالا تھا جس نے سامری کے سر کو دم بھر میں
طلسمات و غرور زور سارے ٹوٹ جاتے ہیں
نہ اسکی مہربانی ہو تو چھکے چھوٹ جاتے ہیں

شرجیلہ۔ پیش آ سکتی نہیں یُں نرم ذرا گفتار سے
منہ میں ٹانکے بھر دو تم فولاد کے اک تار سے
(شرجیلہ کا دستک دینا........ سپاہیوں کا مسافر کو گرفتار کرنا)
مسافر۔ آہا مجھ کو اپنا انتقام لینے کیلئے کچھ روز جینے کی ضرورت ہے۔اس لئے کوئی چال چلوں تو مطرت ہے۔
ارزق۔ بول اب تیرے دل میں ہماری خوف ودہشت ہے یا اپنے مصنوعی خدا کی عزت ہے۔
شرجیلا۔ بتاؤ کہو۔ اب منہ فق کیوں ہو گیا۔ جواب دو اب لاجواب کیوں ہو گئے۔
مسافر۔ کیا بتاؤں کیا کہوں۔ جو کچھ کہنا چاہتا ہوں وہ کہا نہیں جاتا ہے
تمہارا حسن مجھ پہ رعب کچھ ایسا بٹھاتا ہے۔
ابھرتا ہے جو جوش دل تو وہ اسکو دباتا ہے
مجھے یہ نقشۂ دنیا عجب فوٹو دکھاتا ہے
جواب اب لاجواب ہوکر خود اپنا منہ چھپاتا ہے
کہیں کا بھی نہ رکھا مجھ کو میری اس حق پرستی نے
لگا دمہر ہے ایسی لبوں پہ حق پرستی نے
شرجیلہ۔ تو پھر حق کی جانب کون ہم یا آپ۔
مسافر۔ جی آپ۔
شرجیلہ۔ داؤ چل گیا۔
ارزق۔ شکار پھنس گیا۔
مسافر۔ کیوں نہیں شکار پھنس گیا۔
ارزق۔ اچھا اب چلئے اور حسن پرستی کی ترقی جلد فرمایئے۔
مسافر۔ جب میں نے آپ کا فرقہ ہی قبول کر لیا۔ تو ترقی دیکھے سے کیا

فائیہ آج سے میں حسن پرستی کا مشنری بنونگا۔ اور حسن پرستی کے مخالفوں کو آپ کے فرقے میں پھنساؤنگا۔

(ارزق اور شرجیلہ کا جانا)

گئے گئے بدی کے شیطان گئے۔ او کور چشم عورت جس طرح اپنے شوہر شاہ عادل کو تونے مردہ جان کر دریا میں بہایا تھا آج اسی طرح وہی تجھ سے اپنا انتقام لینے کے لئے آپہنچا ہے ؎

میں تاریکی ہوں پر مجھ میں پوشیدہ جوہر ہیں جو
جھلک پڑتی ہے جن کی چرخ گردوں کے نگینوں میں

باب پہلا　　سین تیسرا　　اگلا محل

مسافر ؎

دبا ہوں آپ میں اپنے گناہوں سے　　نکل سکتا نہیں دنیا کی پیچیدہ راہوں سے
چھپوں میں کس قدر اب تو نے زمانے نگاہوں سے　　نکل سکتا نہیں میں نالہ و فریاد آہوں سے

کہیں کا بھی نہ رکھا ہے مجھے غفلت پرستی نے
ڈبویا مجھ کو میری ہی جوشش مستی نے

آہا کیا۔ آج مجھے میرے امیر و مصاحب یا فوج و رعایا مجھے پہچان سکتی ہے کہ میں وہ ہی شاہ عادل شہزادہ ناصر کا باپ ہوں نہیں کبھی نہیں اور انشاءاللہ مجھ کو اس وقت تک کوئی نہیں پہچانیگا کہ جب تک میرے میرے انتقام کی سچی تلوار اس نمک حرام وزیر ارزق کی گردن پر نہ چلیگی آہ چمک۔ اے انتقام کی سچی بجلی چمک۔ تاکہ حرص و ہوس میرے دل سے دور رہے اور انتقام لینے کیلئے یہ ہاتھ ہمیشہ مستعد رہے ؎

خون کا طوفاں اٹھادوں خون کی رفتار سے
خون کی موجیں اٹھیں اب خون کی بوچھار سے

خون برسیگا زبان خلق کی گفتار سے
خون برسیگا جہاں میں اب میری تلوار سے
خون کی موجیں اُٹھینگی خون کی رفتار سے
خون کی بارش یہاں ہوگی در و دیوار سے

ناصر انتقامی جوش پیدا ہو در و دیوار سے
انتقامی بجلیاں کوندیں میری تلوار سے
انتقامی ابر کی بارش ہو برگ و بار سے
انتقامی قہر ٹوٹے چرخ کج رفتار سے

سہیلا۔ سہیلا۔ او سفید کفن سہیلا۔ او بھولی ڈائن سہیلا جس طرح تو نے میرے والد کو بے گناہ بے خطا قتل کر کے دریا میں بہایا اُسی طرح میں بھی شدید عذاب سے تیرا خون بہاؤنگا۔

مسافر۔ ٹھیرو۔ ٹھیرو۔ جوانی کا جوش بُرا ہوتا ہے۔ اس پہلوان سے کشتی لڑنے کا ارادہ نہ کرو۔ کہ جس کے زبردست ہاتھوں سے بچھڑ کر زمین کو پیٹھ دکھا جاؤ۔

ناصر۔ اے اجنبی انسان میں خوب جانتا ہوں کہ تو بھی کوئی اُس نمک حرام وزیر ارزق کا جاسوس ہے۔

مسافر۔ ہا ہا ہ

بنایا حق نے مجھ کو یہاں جاسوس کی صورت
اور سایہ نے بھی چھوڑا ہے مجھے مانوس کی صورت
ملوں تو کس طرح جا کر ہاؤں جاسوس کی صورت
قضا ہر وقت دامنگیر ہے ملبوس کی صورت
قبا ہستی کا پہنایا خدا نے ہم روپوشوں کو

ناصر۔ اختر تلک۔

مسافر۔ بے تلک۔

ساجدہ۔ قوم۔

مسافر۔ بے قوم۔

ناصر۔ مذہب۔

مسافر۔ لا مذہب۔

ساجدہ۔ جناب جب آپ دنیا پر آئے ہیں تو نیکی و ایمان اور مذہب بھی ساتھ لائے ہیں۔

مسافر۔ نیکی و ایمان و مذہب چیز ہی کیا ہے۔ کسی نے اصلی و نقلی خدا قائم کیا ہے۔ کسی نے درجنوں کو معبود قرار دیا ہے۔ کسی نے چاند تاروں کو سچا خدا مان لیا ہے۔

سچ اگر پوچھو تو عالم میں کوئی نیک نہیں
راستہ ٹھیک جو پوچھو تو یہاں ایک نہیں

ساجدہ۔ یہ تمہاری بالکل نا انصافی ہے۔ وہ راہ مذہب کیونکر باطل ہو سکتی ہے کہ جسے آدم نے از خود رفتہ بیٹے کو سیدھی اور سچی راہ بتا دی کہ جسکے چلنے سے کسی ہادی و رہبر یا سوائے پیغمبر کے کسی کی ضرورت نہ تھی

مسافر۔ یعنی

ساجدہ۔ یعنی۔

بلندی اور پستی میں ہوئی اسکی احمق سے روشن
زمین بولی احمق روشن فلک بولا شفق روشن
یہی مقصد تھا کہ ہووے نام حق روشن
کہ پہلے جسکے آنے سے ہوئے چودہ طبق روشن
ہوئے ظلمت کدے سب روشن اسکے سایۂ حق سے
اُجالا ہو گیا جہاں میں جس کی آمد سے

گانا

جب نور کے پردے سے شان مدنی نکلی ایک چاند نبی بنکر وہ عالم میں بنی نکلی
جس پہ نظر اک ڈالی دو ٹکڑے کیا دل کو آنکھوں کے اشارے میں کیا تیغ زنی نکلی
صرف اک جھلک احمد کی جب طور سے پہ آ چکی موسے کے دل و جان سے سب اسکی نکلی
مالک ہے وہ ایمان کا مملوک ہے قرآن کا دنیا میں اور عقبےٰ میں کیا بات بنی نکلی
بوجھ اپنی ہی چھاتی پر امت کا رکھا ہنسکر کس شان کی یارب وہ تا ریک بدنی نکلی

اے ترک عرب تیری کیا نوک مژہ بن کر
تیر کے جو سینے سے برچھی کی انی نکلی ؎

مسافر۔ تو کیا تم لوگ مجھے اپنی قوم میں ملانا چاہتے ہو۔
ناصر۔ بیشک۔

مسافر۔ کیا کہوں تم نے تو خود دین نبی کو توڑا
بھول کے دین نبی دین کو چھوڑا ؎
پڑے ہے بد مستی میں اور بوالہوسی کو جوڑا
مسجد و کعبے سے منہ کو موڑا ؎
اپنی حالت پہ نظر کچھ بھی تم کرتے
اپنی محفل میں کبھی کو نہ بلایا کرتے

ساجدہ۔ یہ تم غلط کہتے ہو ؎

کس قدر تھی اس جہاں کی وہ زمین بھی خوش نصیب
آسماں سے جس نے کہ پایا ہے یہ نور عجیب ؎
ابر رحمت جب ہوا آ کر کے جھونکوں کے قریب
آسمان سے تا زمین تک کھل گیا نور عجیب ؎
آباد جسنے ہے کیا کل عرب کے ریگستان کو
جس کے جھونکوں نے کیا سر سبز ہندوستان کو

ناصر۔ باغ وہ خشک ہوتا ہے جسکا نہ ہو کوئی مالی
خشک کیسے ہو ہری پودے کی ڈالی ڈالی
غنچے غنچے میں ہے رس دل پیمانوں کا
پتی پتی میں ہے انکا رس نگہبانوں کا
خشک کس طرح گلشن وہ خزاں کر سکتی ہے
سالہا سال سے ہم نے جہاں محنت کی ہے

مسافر۔ چل بسے سکہ حق دنیا میں بٹھانے والے
تم جو ہو تو ہیں نام مٹانے والے

ساجدہ۔ پسر باپ کا نام مٹا دیگا کیا ہستی سے
تارا افلاک کو توڑیگا بھلا کس چیز سے
مالی اور بیج کو کھو دیگا کہیں مٹی سے
پتا اور پھول کی جڑ کاٹے کلہاڑی سے
باپ دادا کی کمائی جو لٹا دینگے ہم
جیتے جی آپ کو ہی اب مٹا دینگے ہم

مسافر۔ اپنے آپ میاں مٹھو جو تم بنتے ہو تو
غیر تو ہیں کیا کہتی ہیں کچھ سنتے ہو

ساجدہ۔ سب کی سنتے ہیں مگر اپنی کیا کرتے ہیں
اپنی مدہوشی میں باہوش رہا کرتے ہیں
یوں تو کہنے کو ہزاروں ہی کہا کرتے ہیں
بادۂ ناب شب و روز پیا کرتے ہیں تو
عقل و ہوش جو ایک روز بھٹائینگے ہم
شیر کی طرح حریفوں کو چبا جائینگے ہم

مسافر۔ سچ ہے۔

پہلے تم شیر تھے اب مور ہو   سچ مثل ہے کہ جو زباں شیریں تو زور ہیں

ساجدہ ـ

ہمکو تم مور نہ سمجھو بندہ پرور   رکھتے ہیں بازو لئے کمر زور لاکھوں کی

گو کہ ہم جی سے ہیں بھیڑ کی طرح مگر   شیر کے شیر ہی ہوتے ہیں جہاں میں اکثر

ہم نے کرنا ہے وہ کر کے رہینگے ہم بھی

ہو کے مشہور زمانے میں مرینگے ہم بھی

مسافر۔ تم اور ملکہ سہیلا سے مقابلہ کرنے کا ارادہ۔ چند بدمعاش اور چیونٹیاں اور شیروں سے لڑنے پر آمادہ۔

ناصر۔ کھلیگا اس گھڑی سب حال بدمعاشوں کا

نظر آئیگا جب میدان میں انبار لاشوں کا

مسافر۔ بس بس معلوم ہو جائیگا کہ جب یہ تمہارا جوش حماقت برف کی طرح ٹھنڈا ہو گا۔

ناصر۔ خدا اسکا نتیجہ دیگا۔

ارزق ـ تجھے کچھ بھی نہیں ہے حق خدا کی حق پرستی کا

نتیجہ دیکھ لیگا تو دغا بازوں کی پرستش کا

مسافر۔ کون ہیں۔

ارزق۔ ہاں تو۔

مسافر۔ دھوکا سراسر کھا رہا ہے۔ میں تو ان کو تمہاری حسن پرستی کی طرف راغب کر رہا ہوں اور تو مجھے الزام لگا رہا ہے۔

شمر۔ چلا بیٹھ جا۔ تجھے اور انہیں اسکا نتیجہ ابھی معلوم ہو جائیگا۔ ارے

ارزق۔ ہمارے جاں نثارو پکڑ لو ان دونوں کو۔

ناصر۔ خبردار جو ہمیں ہاتھ لگائیگا وہ اپنی جان گنوائیگا۔

ارزق۔ او بزدل چھوکرے جان کر اک شیر کے سامنے نہ آ ہو سکتے

ہونے کو نہ چھوڑنگا

ساجدہ۔ میرے خیال میں تم شیروں نے لومڑیوں کے دل چھپا رکھے ہیں
ارزق۔ او کمزور ہستی سنبھال کہ خونی چاند تاروں کی پرستش کرنے
والی تلوار تیرے سر پر آتی ہے۔

ناصر۔ اور تو بھی سنبھال کہ ایک حق پرستی تلوار اپنے جوہر دکھاتی ہے۔

ہر رگ میں شرافت اور وہ ایمان ہے
ہم ہیں وہ کمزور جن کا زور وہ رحمان ہے

(آپس میں تلواروں سے لڑنا چاہنا)

مسافر۔ ٹھیرو۔ ٹھیرو۔ تلواروں کا کام زبان سے تو خنجر کا کام علم کے ہتھیاروں سے ہوے

ادنٰے باتوں پہ جھگڑنا کیا بہادر کا کام ہے علم سے لڑکر پچھاڑو تو بہادر نام ہے

شرحبیلہ۔ کبھی نہیں ان کا خون ضرور بہایا جائیگا۔
ساجدہ۔ تو ہمارے خون سے پہلے تیرا خون بہایا جائیگا۔
شرحبیلہ۔ خبردار۔
جواد۔ امی جان۔
ارزق۔ کرلو گرفتار۔

(شرحبیلہ ساجدہ و ناصر و جواد کا گرفتار ہونا)

باب پہلا سین چوتھا راستہ

گانا مس زیتو بند

آئی۔ ایم۔ بیوٹی فل کوئی مجھ سا حسین نہیں،
پھرتی جنگل کے اندر مشک کے ہوں کہیں کہیں،
آئی ول گو لنڈن انڈیا اچھا نہیں نہیں

یورپ سی آن اور شان یہاں کہیں نہیں
مزے کریں جوانی کے عدو جلے عدو جلے
ہیں دن بھلے لگو گلے ہو شرمگیں نہیں
مزے کریں جوانی کے عدو جلے عدو جلے
ہیں دن بھلے لگو گلے ہو شرمگیں نہیں

(زینونہ گاکر چلی گئی)

باب پہلا سین پانچواں مس زینونہ کا مکان

آرٹیکل ٹوالتی ہے مس زینونہ

مسٹر والٹر۔ ریسپکٹ۔ ریسپکٹ۔ ریسپکٹ۔ ریسپکٹ کی سخت ضرورت ہے۔ جس طرح بلی کو چھچھڑے کی ریسپکٹ گاڑی کو گھوڑے کی ریسپکٹ۔ گھوڑے کو کوڑے کی ریسپکٹ۔ اور ساہوکار کو اشرفیوں کے توڑے کی ریسپکٹ۔ چور کو روپیوں کے خون کی ریسپکٹ اور میرے جیسے جنٹلمین کو کوٹ اور پتلون کی ریسپکٹ کیونکہ جب میں سفید کرتہ اور تنگ پاجامہ پہنتا تھا تو کوئی میری عزت ہی نہیں کرتا تھا اور جب سے میں نے کوٹ اور پتلون پہننا شروع کیا ہے تب سے جہاں جاتا ہوں وہاں میری عزت ہی عزت ہوتی ہے۔ آجکل دنیا میں زمانہ کی یہ نیو لائیٹ ہے اسلیئے رعب کیساتھ روپیہ کمانے کی بھی ریسپکٹ ہے اور چھوٹے سے بنگلا اور گیسوں میں فروٹ ہے

تن پہ انگریزی سوٹ ہے پاؤں میں بوٹ ہے
پھر کیوں نہ لیو رعب میں پیسے کی لوٹ ہے
کٹوالوں اپنی ناک کے اس میں جو کھوٹ ہے

بس اسلیئے ریسپکٹ کی سخت ضرورت ہے۔ سخت ضرورت ہے

فرچیٹ۔ لعنت ہے بیشک لعنت ہے۔ بالکل لعنت میرے باپ دادا کی قسم ایک لعنت ہے مگر کس پہ بے وفا آقا پر۔ نمک حرام نوکر پر حاکم جلاد پہ بے وفا جورو پر بے بنیاد خوکر ہی پر ایکدم لعنت ہے۔

والٹر۔ اور تجھے کانجی ہوس میں جانے کی ضرورت ہے۔

فرچیٹ۔ میں تو کون ہے

والٹر۔ اجی لعنت ہے۔

فرچیٹ۔ او میری ہلن میں تو دوسروں پر لعنت کرتا تھا یہ تو مجھ ہی پر آن کودی ہے۔

والٹر۔ ہاں بیٹا اسی میں تیری بہبودی ہے۔

فرچیٹ۔ ہاں تو بڑی بہبودی ہے۔

والٹر۔ ہٹ تیری دم میں دھاگا۔ پاؤں اٹھا کر سرے بھاگا کہاں بیٹا اب کس کے اوپر لعنت ہے۔

آرٹیکل دیکھکر

ہمیں ایک لائق شوہر کی ضرورت ہے مگر یہ ہے کون عورت کہ جسکو آرٹیکل کے ذریعے شوہر ڈھونڈنا پڑا۔

فرچیٹ۔ جی ہاں بڑا ہٹا کٹا الّو کا پٹھا ہم پر لعنت بھر ٹوٹ پڑا۔

زنیتونہ۔ مگر وہ ہے کہاں۔

فرچیٹ۔ اجی یہیں کہیں ہوگا۔

زنیتونہ۔ مجھے تو کہیں نظر نہیں آتا۔

فرچیٹ خیر بھاگ گیا ہوگا۔

زنیتونہ مگر فرچیٹ ابھی تک میرے آرٹیکل کا نتیجہ کچھ نہیں نکلا۔

والٹر۔ اجی وہ نیک نتیجہ تو پہلے سے ہی آپ کے دروازے پر کھڑا ہے۔

فرچیٹ۔ میں پہچانا بیٹا میں نے تجھے پہچانا۔

زینتونہ۔ ارے فرچیٹا تو کوئی آدمی ہے یا بلا ہے۔

فرچیٹ۔ اجی بلا نہیں یہ وہی لاحول ولا ہے۔ لو بیٹا اب بولو۔ اب مجھ میں دوگنا زور آگیا ہے۔

زینتونہ۔ کہئے جناب آپکا یہاں کس طرح آنا ہوا۔

والٹر۔ اب ذرا ریپکیٹ سے بات کرنا چاہیئے۔ آئی ایم ویکنسی یور آرٹیکل۔

زینتونہ۔ وٹ یور نیم۔ یو مین۔

والٹر۔ آئی ایم واشنگ مین۔

زینتونہ۔ یور نیم واشنگ مین مگر کام۔

فرچیٹ۔ کام میں بتاؤں چھچی اور رام۔ چھچی اور رام دھوبی ہے۔

زینتونہ۔ تو کیا آپ دھوبی ہیں۔

والٹر۔ اری او دھوبن کی بچی۔ ذرا ریپکیٹ سے بات کر۔

فرچیٹ۔ کیوں بے یہ گستاخی ہماری بیگم صاحبہ کے ساتھ میں۔

والٹر۔ کیوں بیٹا ہوں باؤں کی عزت ہاتھ میں۔

زینتونہ۔ مگر جناب جب آپ شادی کا نام ونشان سنکر چیلں تمٹے ہیں تو آپ کو اپنا نام بھی ضرور ہی جتانا پڑیگا۔

والٹر۔ اوہو ہو۔ تو کیا آپ ابھی تک ہمارے نام سے واقف نہیں ہوئیں تمے زمانے میں جسطرح کلکٹر۔ ڈائریکٹر۔ پینٹر۔ ایکٹر۔ کارپینٹر۔ ماسٹر۔ پرانٹر۔ سوڈا واٹر۔ خنجر واٹر۔ اسی طرح ہم بھی ہیں واشنگ مینوں کے افسر یعنی واشٹر۔

زینتونہ۔ اچھا آپکا نام واشٹر مگر کام۔

فرچیٹ۔ وہی چھچی اور رام چھچی اور رام

والٹر۔ چپ بے لگام۔

فرچیٹ۔ ابے جا بے نمک حرام۔
مضمون سمجھ گئے ہیں ہم تیرے پلاٹ کا
ایفکٹ ہم پہ ہوگا نہ اب تیرے پاٹ کا
اس کوٹ میں چھپا ہے تو اُلو کا ٹ کا
دھوبی کا کتا جیسے ہو گھر کا نہ گھاٹ کا
والٹر۔ او ایک جنٹلمین کی یہ ہتک انڈر دیس مائی رسپیکٹ۔
میں کیوں نہ دکھا دوں تمہیں خون کے جوہر
زیتونہ ۔ معلوم ہوئے آپکے صابون کے جوہر
والٹر ۔ کیا جانے بھلا مجھ سے فلاطون کے جوہر
فرچیٹ ۔ نہ ہم کو دیکھا اب تو یہ دوں کے جوہر
سب کھل گئے یہ کوٹ اور پتلون کے جوہر
والٹر۔ او یہ میری عزت۔ (آنا جنٹلمین کا)
جنٹلمین۔ ایک لائق شوہر کی ضرورت۔
والٹر۔ وٹ ضرورت۔ (آنا چرسی کا)
چرسی۔ ایک لائق شوہر کی ضرورت۔
والٹر۔ اس ضرورت پر لعنت۔

(آنا ایکٹر کا)

ایکٹر۔ ایک لائق شوہر کی ضرورت۔
والٹر۔ ایک دم نفرت۔

(آنا شرابی کا)

شرابی۔ ایک لائق شوہر کی ضرورت۔
والٹر۔ تو تو مزورت۔

(آنا ڈاکٹر کا)

ڈائرکٹر۔ ایک لائق شوہر کی ضرورت۔

والٹر۔ آئی شامت۔

آنا معلم کا

معلم۔ ایک لائق شوہر کی ضرورت۔

والٹر۔ آتی بلی ضرورت۔

جنٹلمین۔ باغ عشرت میں آئی بہار۔

والٹر۔ گل عزت کے پہلو میں ہے خار۔

چرسی۔ کیا گلابی گلابی ہیں رخسار۔

ایکٹر۔ رنگ لائیگا جوبن کا ابھار۔

شرابی۔ فتنہ بہ پا کریگا کیا سنگار۔

ڈائرکٹر۔ خوب ہو عشق کا گرم بازار۔

معلم۔ سرفروشی کو ہم بھی ہیں تیار۔

والٹر۔ ہوگی خوب جوتی پیزار۔

فرسٹ۔ نظر آتے ہیں کچھ ایسے ہی آثار۔

ڈائرکٹر۔ کس سے الفت رکھیگی کس سے پیار۔

شرابی۔ کھلتا نہیں یا اللہ کچھ اسرار۔

والٹر۔ ایک عورت کے شوہر ہونگے ہزار۔

شرابی۔ مہمانوں کا کچھ نہیں ہے شمار۔

والٹر۔ جائے تنگ است مردان بسیار۔

نہتوشہ۔ اے میرے عزیز مہمانو۔

والٹر۔ اے سرفروش نادانو۔

چرسی۔ ابے اے تو ہے جو بار بار بیچ میں بولتا ہے۔

والٹر۔ میں فقط رسپکیٹ ہوں۔ یعنی یہ رسپکیٹ یہ رسپکیٹ اور پرسپکٹ

چرسی۔ کیوں بے یہ گستاخی ہمارے ساتھ میں۔

والٹر۔ کیوں بے لوں پاؤں کی عزت ہاتھ میں۔

زیتونہ۔ جناب ننگے منہ کیوں تکتے ہو۔ آپ شادی کرنے آئے ہو۔

والٹر۔ نہیں شادی کرنے کیلئے ہم تشریف لائے ہیں۔ اور یہ سب باقی بن کر آئے ہیں۔

فرحیٹ۔ کیوں بے یہ گستاخی ہمارے مہمانوں کے ساتھ میں۔

والٹر۔ تو کیوں بیٹا لوں پاؤں کی عزت ہاتھ میں۔

زیتونہ۔ او پاؤں کی عزت ہاتھ میں لینے والے یاد رکھ کہ ساری شیخی بگڑ جائیگی۔

والٹر۔ بگڑ جائیگی تو پھر بنا لونگا۔

فرحیٹ۔ کیوں بے مرغے پھر چونچ کھول۔

والٹر۔ تو پھر مرغے کے سامنے یہ مرغی کیوں گڑوں کون بول۔

زیتونہ۔ سر پہ مرغے کے جو رہتی ہے وہ کلغی ہوں میں۔
چونچ سے آگ جو برسائے وہ مرغی ہوں میں۔
وہ چھاتی ہوں پھوٹی کہ اچھل کر لائیں ہو۔
سب اصیلو رہے ہیں بھی ہیں ذات کی اصلی ہوں میں

والٹر۔ او باپ رے۔ ارے او ککڑوں کوں مرغو۔ سب اپنی چونچ دبا کر بھاگو۔

ڈاکٹر۔ سب او ڈرپوک کیا ہم وہ غلے ہیں اچھی ذات میں۔

والٹر۔ تو کیوں بیٹا لوں پاؤں کی عزت ہاتھ میں۔

زیتونہ۔ کیوں جناب جب آپ لوگ مجھ سے شادی کرنے آئے ہیں تو اپنا اپنا سارٹیفکیٹ بھی ساتھ لائے ہیں۔

جنٹلمین۔ لو یارو اب تو شادی کے لئے بھی سارٹیفکیٹ کی ضرورت ہے۔

والٹر۔ ارے بھائی اب تو مجھے بھی ماں کے پیٹ سے سارٹیفکیٹ لیکر پیدا

ہوا کریگا۔ اور جھولے میں لیٹ کر رونے کے بدلے ہسٹری جغرافیہ اور گرامر بیان کیا کریگا۔

زیتونہ۔ بس بس اب میں زیادہ فضول باتیں نہیں سننا چاہتی اگر اپنے اپنے سارٹیفکیٹ لائے ہو۔ تو لاؤ دکھاؤ ورنہ بیرنگ واپس چلے جاؤ۔

والٹر۔ ہاں یا کسی برف خانے میں جاکر سو جاؤ۔

شرابی۔ ہائے ہائے اب کیا کرنا چاہیئے۔ یہ عورت تو بہت رسوا کریگی۔

والٹر۔ اجی جناب فقط رسوا ہی نہیں۔ یہ عورت تمہاری رسپکیٹ کے بارہ کریگی۔ ایک چھوڑیگی اور گیارہ کریگی۔

شرابی۔ بے چل چل ہم نہیں آنے والے تیری بات میں۔

والٹر۔ تو کیوں بیٹا لوں پاؤں کی عزت ہاتھ میں۔

فرحت چلو اپنے اپنے سارٹیفکیٹ دکھاؤ یا چلتے ہو جاؤ ہوا کھاؤ۔

جنٹلمین ہائے ہائے کیسے عزت بچاؤں سارٹیفکیٹ کیسے لاؤں ب ب ب بیگم صاحبہ بندہ تو اپنا سارٹیفکیٹ گھر چھوڑ آیا ہے۔

زیتونہ۔ اچھا تو جاؤ بھاگ کر لے آؤ۔

والٹر۔ ہاں اور منہ دھوکر سوسن کے پھولوں کا سہرہ بھی باندھ کر آؤ۔

ایکٹر۔ بیگم صاحبہ مجھے معلوم نہیں تھا کہ آپ سارٹیفکیٹ مانگنگی۔ ورنہ میں ساتھ ہی لے کر آتا۔

زیتونہ۔ اچھا جاؤ تم بھی لے کر آؤ۔

شرابی۔ کیا میں بھی جاؤں۔

زیتونہ۔ ہاں تم بھی جاؤ۔

ڈائرکٹر۔ تو کیا میں بھی جاؤں۔

فرحت۔ نکل جاؤ۔

چھ سنی۔ اوباپ رے۔

معلم۔ بیگم میں بھی جاؤں۔
زینبونہ۔ ہاں جاؤ۔
فرچیٹ۔ اور جناب آپ کس لئے کھڑے ہیں اور کون ہیں۔
واسٹر۔ او ہو ہو کیا آپ نے ابھی تک مجھے پہچانا ہی نہیں۔ سنیئے جناب ہم
جس راستے سے گذرتے ہیں تو بس تمام لوگ ہمیں واسٹر کہہ کر پکارتے ہیں
فرچیٹ۔ آہا تو اب میں سمجھا کہ آپ۔
واسٹر۔ بس آپ وآپ کچھ نہیں۔ میں فقط میں ہی میں ہوں۔
فرچیٹ۔ بے ادب میں میں کے بچے تجھے معلوم ہے کہ میں میں کا کیا نتیجہ ہوتا ہے
واسٹر۔ کیا نتیجہ ہوتا ہے بتلائے ماسٹر صاحب۔
فرچیٹ۔ سن ۔

جب بکری سے بکری پیدا ہوئی تو کہنے لگی میں میں میں
جب آیا قصائی لیکے چھری جب بھی نہ گئی میری میں میں
دشمن کے بھی آگے چپ نہ رہی کمبخت وری میں میں میں
جب کھال کچی اور تانت بنی کہا تانت کو مار کے پیل تو پھر
تو کہنے لگی میں تو ہے تو ہے میں تو ہے تو ہے تو ہے تو

زینبونہ۔ خیر یہ تو ختم ہوا آپکا افسانہ۔ باقی رہا سارٹیفکیٹ کا دکھانا۔
واسٹر۔ او ہو ہو کیا کہا سارٹیفکیٹ۔ ہمارا سارٹیفکیٹ ہماری صورت ہے
اور ہم خود ہی سارٹیفکیٹ ہیں اور ساری دنیا جانتی ہے ہماری کیا لیاقت ہے
فرچیٹ۔ کیوں بے یہ بیہودہ بیگم صاحبہ کے ساتھ میں
واسٹر۔ کیوں بیلوں پاؤں کی عزت کرتا ہوں میں۔
(آنا جنٹلمین کا)
جنٹلمین۔ بیگم صاحبہ میں نے انگریزی میں مڈل پاس کیا ہے۔
زینبونہ۔ یہ مڈل پاس ہے یا آرڈینری کلاس۔

پری کلاس۔

(آنا چرسی کا)

چرسی۔ کیا پرواہ ہے۔ کس کا کھٹکا ہے۔
واسطہ۔ واہ جناب یہ تو آپ کی چلم شریف کا تو اچھا لٹکا ہے۔
چرسی۔ بیگم صاحبہ میں اسوقت اس شہر کے تمام چنڈو خانوں کا ٹھیکہ دار ہوں
فریچٹ۔ لیجئے بیگم صاحبہ یہ اپنی شادی کا دھواں دھار سر ٹیفکیٹ لیجئے
چرسی ؎ مارا جو دم چلم کا شرارے نکل پڑے
اک برج آتشیں سے ستارے نکل پڑے
واسطہ۔ اجی واہ جناب آپ اپنی اصلی ہستی بھول ہی گئے ؎
پینک میں ایسے آئے کہ گھر سے نکل پڑے
سیر آسماں کی کی تو زمیں پہ پھسل پڑے
(آنا شرابی کا)

شرابی۔ ایک تاغمزدوں کے پاؤں پڑے کیا مجال ہے جو ہمارے ویسی ٹھرے سے آگے بڑھے جس نے پیا اس کا ایک چلو۔ وہ ہوگیا پورا الّو۔ بیگم صاحبہ اس وقت میں اس شہر کے تمام شراب خانوں کا مختار ہوں یعنی بڑا مالدار ہوں ؎
فکر کونین رہستی نہیں مے خواروں میں
غم غلط ہوگیا جب بیٹھ گئے یاروں میں
واسطہ۔ فکر اس وقت نظر آتی ہے میخواروں میں
جوتے جس وقت پڑا کرتے ہیں بازاروں میں
(آنا انگریز کا)

چلواؤ ڈنگا میں ہل تیری لاش پہ
پھر دونگا خوب کانٹے تن پاش پاش پہ

فرچیٹ - بیگم صاحبہ یہ ناٹک کا سرٹیفکیٹ لیجیے۔

ایکٹر - جی ہاں خاکسار ایک کمپنی کا چیف ایکٹر ہے۔ خاکسار جس کمپنی میں جاتا ہے۔ تو آپ لوگوں کی دعا سے ایک چیف پارٹ کرنے کو مل جاتا ہے۔ اور آجکل میں نے اپنے ایکٹ موشن سے سہراب ندری آر دنگ کا نام و نشان ہی دنیا سے مٹا دیا ہے۔

فرچیٹ - واہ واہ پیاری بیگم صاحبہ شادی کرنے کے لیے کیسے شریف نیک پیشہ بزرگ تشریف لائے ہیں۔

(آنا ڈائرکٹر کا)

واسٹر - جناب آپ کون ہیں۔

ڈائرکٹر - میں ایک کمپنی کا ڈائرکٹر ہوں۔

واسٹر - اچھا جناب اگر آپ ڈائرکٹر ہیں تو اس شعر کے ایکٹ موشن کر کے بتائیے۔

ڈائرکٹر - فرمایئے۔

واسٹر - سنئے۔

شکل آئینہ ہستی میں دکھاتا ہے عدم اسطرف سب نظر آتا ہے ادھر کچھ بھی نہیں

ڈائرکٹر - شکل آئینہ ہستی میں دکھاتا ہے عدم
اسطرف نظر آتا ہے ادھر کچھ بھی نہیں (آنا معلم کا)

معلم - آؤ تو چڑیل بھلے مانس بالکے۔ کرے من کی آس پوری گفت اللہ کو لکھو نہ پڑھو نہ۔ تم کچھ بے پھکی آرڈر۔

معلم - جناب میرے والد پیری مریدی کرتے ہیں۔ اور مجھے بھی پیری و مریدی سکھاتے تھے۔ ہمارے بعد اپنے شاگردوں سے سن مانا چھپا بیٹھے

ہیں۔ اور ہم بھی شراب نوشی عیاشی میں جی کھول کر بیٹھتے ہیں اور اپکی دعا سے لاکھوں مرید ہیں۔ ہماری زندگی کی تمام راتیں شب برات اور تمام دن روز عید ہیں۔

زینونہ۔ واہ واہ یہ پیشہ تو بہت اچھا ہے۔

واسطر۔ یا اللہ دے کھانے کو۔ تو بندہ جائے کمانے کو۔

فریجیٹ۔ کیوں بے یہ گستاخی ایک شریف آدمی کے ساتھ میں۔

واسطر۔ کیوں بے نون پاوس کی عزت ہاتھ میں۔

زینونہ۔ بس بس بس زیادہ فضول باتیں سننا نہیں چاہتی۔ اپنا اپنا سارٹیفکیٹ دکھاو ورنہ چلے جاؤ۔

فریجیٹ۔ ہم چلے جائیں۔

واسطر۔ جناب میں تو یہاں سے جب جاؤنگا جب بیگم صاحبہ کو ساتھ لیکر جاؤنگا۔

فریجیٹ۔ کیوں بے چڑھا دوں ناس تیری ناک میں مار دوں گھونسہ بیچ دانت میں

واسطر۔ اچھا تو بیٹا سوں پاون کی عزت ہاتھ میں۔

سب کا گانا

ذلت پاکر جوتے کھا کر منہ دکھلانا	سب تم جاکر سر اوندھا کر دو بگ ہوجانا
مسٹر واسطر منہ کے کھاکر کیا پلٹانا	بیشرمی کا برقعہ لیکر یہاں گھس جانا

واسطر۔ بیسے شیر نر آؤ جوتے کھاؤ۔

سب۔ بس ہو چکا۔ ہمیں لٹیں مریں مرینگے۔ ہم ذرا نہیں ڈریں گے۔ ہم پاویں اسکو یا مریں۔ سب کے تاقدم شیں ہٹیں نہیں

فریجیٹ۔ آکر کے سب ایکدم کہتے ہیں۔ ہم پہ ستم دم بدم۔

سب۔ اے عاشقو ڈرو نہیں آنکے اس گھر پہ تم اے عاشقو ڈرو نہیں

فریجیٹ۔ پولیس پولیس پولیس سپاہی سپاہی سپاہی ذلت پاکر جوتے کھاکر

باب پہلا پردہ چھٹا عبادتگاہ

شرچیلہ و ازرق

گانا چاند تاروں کے پجاریوں کا

کر و فر ہے کبر و نخوت آشکار ہاں ہے مقدس و ربا پروردگار

ہاں تجھ پہ ہے عالم کا سب دارومدار ہاں تیری قدرت ہم پہ آشکار

ہاں تو ہے سرجن ہار۔

حکم کے منتظر سردار۔ سر کے بل سب آئیں ہیں پہ نام لے ہاں تو ہے سرجن ہار

فتح پائینگے۔ فتح پائینگے۔ فتح پائنگے۔ ہا ہیبت دیگر زنہہد۔ شو

کروفر ہے کبر و نخوت آشکار۔

شرچیلہ آسماں سے جب اترا ہے تو لے کر روشنی

روشنی میں خود ہے تو عالم میں تیری روشنی

روشنیوں میں ہے تیری سب سے بہتر روشنی

پھیل سب میں ہے آج تیرے دم سے گھر گھر روشنی

اے میرے روشن خدا تو لا زوال اک چاند ہے

چاندنی بھی تیرے آگے آسماں کی ماند ہے۔

(پجاریوں کا جانا)

او شہنشاہِ حسن جب سے میں نے تیرے لازوال حسن آفرین و تحسین تار زمین کا اندازہ کیا ہے۔ اسی دن سے میں نے تجھے دنیا کی نشو و نما کی مانند اپنا سچا خدا مان لیا ہے سہ

گو زمانہ کی نگاہوں میں آج میں سرتاج ہوں

پر تیرے لطف و کرم کی آج میں محتاج ہوں

ساجدہ تو ان چاند تاروں کی محتاج نہیں ہے بلکہ دنیا اور عقبےٰ ہر چیز

کی محتاج ہے۔

ارزق۔ کون ملکہ شرجیلہ محتاج ہے۔ جسکے سر پر آج سارے جہان
کی بادشاہی کا تاج ہے۔

ناصر۔ بیشک ہے اور اسطرح ہے۔ کہ اس نے تخت و تاج سے اپنے آپ
کو نعوذ باللہ خدا جان لیا ہے۔ جسطرح ایک بہروپیا ایک روپ بنا
کر گھر گھر بھیک مانگ کر اپنا پیٹ بھرتا ہے۔

شرجیلہ۔ بس زبان بند کر میں بادشاہ وقت ہوں میرے رُعب
و حکومت سے ڈر

ساجدہ۔ کیا تو بادشاہ اور ہم تیرا لحاظ کریں شیر لومڑیوں کی کھالوں
میں چھپی ہوئی کتیوں سے ڈریں ہے

تاج کی تقدیر سے ناصر گدا بن جائیگا
ہڈیاں کھانے سے کوا کیا ہما بن جائیگا
جامہ زریں سے گدھا انسان سا بن جائیگا
مکر سے شیطان دنیا کا خدا بن جائیگا
تاج سر پر رکھنے سے تو بادشاہ ہوتا نہیں
کوئلہ صابون کے دھونے سے سفید ہوتا نہیں

ارزق۔ تو کیا تم لوگوں نے یہ جان لیا ہے کہ یہ تاج ملکہ شرجیلہ کے سر پر مناسب نہیں

ساجدہ۔ کبھی نہیں تاج شاہی ناصر کو عطا ہوا ہے۔

شرجیلہ۔ اور ناصر کی موت کا ہاتھ ہمارا غیظ و غضب ہو چکا ہے اب ظلم
کے تاج شاہی عذاب کا تازیانہ چمکا رہا ہے۔

ساجدہ۔ او بے وقوف یہ خیال دل سے دور رکھ۔ اُس منصف خدا کے
یہاں عدل و انصاف ہوتا ہے ہے

تاج منزل ہے یہ تعبیر اب عافیت کا

پبلک لائبریری

ہو چکا نزدیک مجھے اب بہت رشتہ دور کا

ازرق ۔ چرخ پر چڑھنے کو دیکھو حوصلہ زنبور کا

تیرے ہوں تو دم نہیں مارے تشنہ دور کا

ناصر ۔ دم لبوں پر آئیگا جب تک نہیں دلگیر کا

رنج باقی ہی رہیگا ہر نفس میں تیر کا

سیدھا ہونے کو ہے اُلٹا زائچہ تقدیر کا

پھر میں دیکھونگا کہ کیا ہے ظلم چرخ پیر کا

ظلم اس منصف خدا کے عہد میں مطلق نہیں

گر نہ حق پائے کوئی حقدار تو وہ حق نہیں

مسافر ۔ حماقت کے پتلے تیل اور دھکتی ہوئی آگ کو بجھا سکتا ہے بیڑیا
اور ایک بگڑے ہوئے شیر کا شکار چھین سکتا ہے ؎

فاقہ کر کر کے تمہیں کھانا ہے پتا حال کا   کمبلوں میں رہنا اور امیری کا خیال

ساجدہ ۔ او بیوقوف انسان کہ جس نے فرعون کا سر کچل کر تاج و تخت
حضرت موسیٰ کو دلایا وہی ملکہ شرجیلہ کو خاک میں ملا کر تخت و تاج شہنشاہ
ناصر کو دلائیگا ؎ فقیری کہہ رہی ہے یوں امیری سے بھول گئے ہیں
کہ جیسے چاندنی رہتی ہے سہاگے میں
سلطنت خود بڑھ کے آجائیگی آگے دیکھیں

شرجیلہ ۔ اب سلطنت کے عوض بھیک مانگنے کیلئے کاسۂ گدائی لے رکھو ۔

ناصر ۔ اور تم بھی تاج پہن کر تخت کے عوض تختۂ گور تیار کروا رکھو ۔

ازرق ۔ او بیوقوف ۔ تاج اسوقت ملکہ شرجیلہ کے سر پر ہے یا تمہارے سر پر ۔

ناصر ۔ ہاں ابھی ملکہ کے سر پر ہے مگر جس طرح آفتاب دوپہر کو سر پر رہتا
ہے اور تھوڑی دیر گھڑی کے بعد ڈھل کر زمین کے نیچے چلا جاتا ہے
اسی طرح یہ تاج بھی سر سے جدا ہونے والا ہے ؎

شرجیلا۔ کس کی طاقت ہے جو اس تاج کو میرے سر سے جدا کرے۔
ناصر۔ تو بھی کہ یہ تاج خود اس سر کو لیکر ان قدموں پہ آ پڑے۔
شرجیلا ؎

آرزوئے گلستان ہو نغمۂ بلبل سے دور۔
کونسے گلشن میں رہتی ہوگی خوشبوئے گل سے دور۔

ساجدہ۔ وہ خوشبو جو تازہ پھولوں میں ہوتی ہے۔ اور ایک گھنٹے کے بعد جب پھول مرجھا جاتے ہیں ؎

نہیں ہوتا ہے عنبر کبھی کاغذ کے پھولوں میں
کہ آ سکتی نہیں خوشبو کبھی کاغذ کے پھولوں میں

شرجیلہ۔ میں آج دعوے سے کہتی ہوں کہ میری زندگی میں کوئی اس تاج کو ہاتھ تو کیا۔ کوئی نظر بھی نہیں لگا سکتا ؎

رکھونگی اسکو جان سے زیادہ سنبھال کر
وارونگی اس پہ دشمنوں کی آنکھ نکال کر

ساجدہ ؎ کم ظرف رکھ سکیگا نہ عزت سنبھال کر
فوارہ پھینک دیتا ہے پانی اچھال کر

ازرق۔ خیر او بد معاشو۔ تمہارا خون ہم کم ظرفوں ہی کے ہاتھوں آسمان چاند تاروں پر بھینٹ چڑھایا جائیگا۔
ناصر۔ بلا سے۔ ہماری عزت کی بلا سے۔ ہم اپنے دین پہ مرنا عقبیٰ کی راحت سمجھتے ہیں اسلئے تمکو بھی مرتے وقت نیک راستہ پر لانا چاہتے ہیں۔
مسافر۔ نیک راستہ۔ او بیوقوفو۔ نیک راستہ کسے کہتے ہیں اور یہ کس دل لگی کا نام ہے
ساجدہ ؎ یہ ہے دل لگی کہ جس میں راحت ہے۔

یہ ہے وہ ہے کہ جس میں عیش و عشرت ہے۔
بغیر اسکے رو رہے ہیں ہر قوم ایسی کہ جو سمجھی ہے۔

کہ جیسے بیوہ عورت مرد کی محتاج ہوتی ہے۔

ارزق۔ اے ہمارے جان نثارو۔ اب انہیں پکڑ لو۔ باندھ لو بلکہ اب انکو جینے کے گھونٹ تک کی بھی مہلت نہ دو۔

ساجدہ۔ خداوندا تو ہی گواہ ہے۔ کہ ہم تیری حق پرستی پہ سچے دل سے قربان ہو رہے ہیں۔

ارزق۔ پکار پکار اپنے خدا کو اچھی طرح پکار۔ بھلا میں بھی تو دیکھوں کہ وہ یہاں تک آ کر تمہیں کیونکر میرے ہاتھ سے بچاتا ہے۔

ناصر۔ او بیوقوف۔ خدا کو یہاں تک آنے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ اگر اسکو اپنے بندوں کو تم ظالموں کے ہاتھ سے بچانا منظور ہوگا۔ تو تمکو اور تمہارے کبر و نخوت کو چشم زدن میں غارت کر دیگا۔

مسافر۔ آہا میں ایسا پاک مذہب چھوڑ کر ان کے جھوٹے اور بنائے ہوئے چاند تاروں کی پرستش کیوں کروں۔ نہیں کبھی نہیں۔

ارزق۔ میں تو کیا تو ہم سے مکر ہمیں عین موقعہ پر دھوکا دینا چاہتا ہے۔

مسافر۔ ہاں بیشک خدا کو تمہارے ظلم و ستم سے ان مظلوموں کو بچانا منظور ہے

شعلہ۔ میں [illegible] کیلئے تو نے ہمارا طریقہ منظور کیا تھا۔

مسافر۔ ہاں ہاں مجھے میرا پیارا دین ایمان تم سے اور تمہارے مذہب سے بہتر لگتا ہے۔

ارزق۔ غور کر ورنہ تو ایک آن میں تباہ ہو جائیگا۔

مسافر۔ اور آسمان اور زمین کے [illegible] سے ڈر جائیگا۔ ایک اکیلا شیر تم جیسے بھیڑیوں سے خوف کھائیگا۔

سرکشی کرنے والوں کا خون پی لیتا ہوں میں
[illegible] کی لاشوں کو کچل دیتا ہوں میں
[illegible] شکل [illegible] کی طرح [illegible]

حشر میں اٹھیں گے ٹھوکر سے قیامت کی طرح

شمر چیلہ ۔ آسماں سے بڑھ کے ہے آج میری سروری
کوئی کر سکتا نہیں ہے آج میری سروری
ہے طلسماتی ادا ہر اک رگ رگ میں بھری
زلفوں میں میری ہے زہر افگری
اسلئے سر پر چڑھے ہیں ناز وں کے پالے میرے
ناگنی کو بھی یہ دو ڈس جائیگے کالے میرے

ناصر ۔ تو تو کیا ہے

تیرے جیسی سینکڑوں ہی زندلاشیں آو ندھ دیں
کانپتی تھی جن سے ڈر کر کل جہاں کی سرزمین
سرکشی کی جس نے اسکا کاٹ کر سر رکھ دیا
مثل ناگن منہ چڑھوں کا منہ کچل کر رکھ دیا

شمر چیلہ ۔ او بے ایمانو۔ تمہارے خون کو جلا جلا کر جب تک روح کو صدمہ نہ پہنچایا جائیگا۔ میرا دل ٹھنڈا نہ ہو گا ہے

دل میرا ٹھنڈا نہ ہو گا مرنے کسی ملعون سے
جب تک نہ میں آتش بجھا لونگی تمہارے خون سے

ناصر ۔ اس میرے ڈرانے سے کیا ہم ہی ڈہل جائینگے
ہم نہیں موم جو گرمی سے پگھل جائینگے

شمر چیلہ ۔ اچھا اب تم کو پگھلانے کے لئے آگ میں جلانا پڑیگا۔

ساجدہ ۔ جل جائینگے مگر اپنا ایمان نہیں چھوڑینگے۔

ازرق ۔ پانی کو تہ ساتھ سا کر مارنا پڑیگا۔

مسافر ۔ پیاس سے مرجائینگے۔ مگر بے ایمان بنکر پیاس کبھی نہ بجھائینگے

ازرق ۔ زباں کا جوش ہو نہ کیونکر بند میرے جوہر سے۔

روانی جس کی رو کی جانے ہمیشہ خنجر سے
بے جان نثار و بکھڑ توان گنہ گاروں کو۔

ناصر۔ بس خبردار ناپاک کتو خبردار سے
زور باقی ہے ابھی رگ رگ میں بسم اللہ کا
ہے وفاداروں کی تلوار ایک الف اللہ کا

(آپس میں لڑنا ناصر ازرق پر غالب آتا ہے۔ ٹیبلو)

باب پہلا   سین ساتواں   باغ صابرہ

گانا سہیلیوں کا

آوری گاؤتا چھیا پائے چین   دن رین دن رین سکھ چین
دولھا گلستان دلہن ہے ڈالی   چھائی گھٹا کالی کالی ؎
میں کھلی ہے لالی۔
سبھی کو سلجے ساجا سکھ چین پاوے چوگنا بل بل ایک ال سب
سنگ سا رے گاما۔ رے گا ما پا گاما پا دھا۔ نی دھا پا ما ؎
ما پا دھانی پا دھانی سا رے سانی دھا پا ما گا رے سا۔
آوری گاؤتا چھیا پائے چین۔

صابرہ۔ حسرتا کیسی خوشی غم کے خلاف اب دل میں ہے
کونسی آسمان صورت پردۂ مشکل میں ہے

سہیلی۔ عدو کی نصیب دشمنان آخر حضور کو کس کا غم ہے۔

صابرہ۔ کہ جس کے باغ کا ہے آج زعفرانی رنگ
اسی کے غم میں ہے میرا بھی زعفرانی رنگ

سہیلی۔ جانے عیش تا عشرت زندگانی رنگ ؎
دکھلائے تم کو سدا روز نوجوانی رنگ

صابرہ ۔ میں جاؤں جب کہ خوشی ہی نہیں کچھ بھی رنج
نہ ڈولے رنگ میں جھنگ ہائے آسمانی رنگ

سہیلی ۱۔ آخر حضور نے کس غزوے کا غم مول لیا ہے

صابرہ ۔ اس شہر کے نوجوان نے یہ تحفہ مجھے دیا ہے

سہیلی ۲۔ کیوں بہنا کچھ سمجھی۔ ان کا دل شہزادہ ناصر کا دلدادہ ہے۔

سہیلی ۳۔ بلکہ پر دادا ہے۔

صابرہ ۔ ہائے وہ کیونکر مجھ سے ملیگا۔ کس طرح اُن دغا بازوں کی قید سے چھوٹیگا۔

سہیلی واہ پیاری تم کو اتنی بھی خبر نہیں۔ کہ شہزادہ کوہ سیہوں کی گھاٹیوں میں چھپا ہے۔ اور کچھ دیر میں آپکے پاس آنیوالا ہی ہے۔

صابرہ ؎ دل نہ مرجھائے میرا حسرت دل پانے تک
چل بسیں ہم نہ کہیں اسکے یہاں آنے تک

عیارہ ۔ چلو ری بہنا شہزادہ ناصر کو بلا لائیں۔ ان دونوں کی شادی کر کے خوشیاں منائیں۔

صابرہ ۔ ناصر پیارے ناصر تیرے فراق نے مجھے اسقدر وحشی بنا دیا ہے کہ میرا ادب و لحاظ کرنے کے بدلے ان سہیلیوں نے مجھے بنانا شروع کر دیا ہے۔ آہ میں نے تجھکو دل کیا دیا ہے۔ گویا دل کیسا بلکہ اپنی زندگی کی ہر ایک خوشی کو بھی تیرے حوالے کر دیا ہے ؎

آرزوئے مدعا سے مدعی جاتی رہی　دل لگی جاتی رہی دل کی لگی جاتی رہی
جب سے غم کھانا سکھایا تیری فرقت نے مجھے
دو گھڑی کی تھی ہنسی وہ بھی ہنسی جاتی رہی

گانا

کوئی جاؤ پیا کو لے آؤ میرے دل کی لگی کو بجھاؤ۔ اسے کوئی جا کو پیا کو لے آؤ

سے　میں جل کر خاک ہوتی ہوں تمہارے آتشِ غم میں
بجائے عشق شعلے اڑ رہے ہیں چشمِ پرنم میں
مجھے جلتی کو نا ہیں جلاؤ لگی آگ بجھاؤ اب آؤ بلاؤ چھتیں سے لگ جاؤ
چھتیں سے لگ جاؤ چھتیں سے لگ جاؤ ارے کوئی جاؤ پیا کو لے آئے
میرے دل کی لگی کو بجھاؤ لگی آگ بجھاؤ ارے کوئی جاؤ

سہیلی ۲ ـ یہ لیجے جناب آپ کی امیدوں کا جھگڑا آگیا۔

صابرہ ـ ہیں ہیں ادب سے بات کیجیے۔

عیارہ ـ تمہاری حسن کی کیونکر نہ اک عالم میں شہرت ہو
پری ہو حور ہو رشکِ قمر ہو ماہ طلعت ہو

صابرہ ـ ہم اس معشوق پر اب ہونگے عاشق جس میں یہ صاحب
عطا ہو فیض ہو لطف و کرم ہو مہر و الفت ہو۔

عیارہ ـ تو کیا یہ حقیقتیں مجھ میں نہیں ہیں۔

صابرہ ـ آہ ظالم۔ اگر تجھ میں یہی صفتیں ہوتیں تو کیوں میری جھتیں نکلنے کو ترستی رہتیں ـ

سمجھتا پہلے سے الفت کا انجام مجھے　ایسے صدمے نہ دکھاتا دلِ ناکام مجھے

عیارہ ـ واہ یہ تو تم بالکل غلط کہتی ہو جب عاشق سامنے موجود ہو تو پھر کیوں رنج سہتی ہو ـ

عاشق جو ہو تو چین کی بنسی بجائے دل　دیکھی نہ ہو جو دل کی اسکو دکھائے دل

صابرہ ـ
اگر زلفِ یار میں کوئی اپنا پھنسائے دل　دیکھی نہ ہو جو دل کی اسکو دکھائے دل
ناکارہ کوئی عشق میں اگر اپنا لگائے دل　پڑتی ہے آخر اگر جان پہ جلائے دل
یارب کسی بشر کا کبھی پھر نہ آئے دل

عیارہ ـ اجی آئیے میرے سینے سے لگ جائیے ـ

صابرہ۔ بس چلیئے جائیے ہوا کھائیے۔

سہیلی عا۔ پیاری اب اپنی امیدوں کا خاتمہ کیوں نہیں کرتی ہو۔

سہیلی عا۔ ہاں ہاں سچ تو ہے نکاح کرکے مزے کیوں نہیں اڑاتی ہو۔

صابرہ۔ اری چل چل بڑی آئی نکاح کرنے والی۔

گانا

سہیلیاں۔ اجی مانو جی مانو جی مانو سرکار لائے ہیں دولھا رنگیلا طرار ۔

اسکے نیناں نکیلے سجیلے ہیں جان اجی مانو دولھا کا سنگ ہے دلہن کا رنگ

جمے دولھا کا سنگ اجی واہ۔آآآ۔

صابرہ۔ دل جس سے تنگ رہے نہ رنگ بھی پتنگ رہے دل جس سے تنگ

اجی واہ۔آآآ۔

سہیلیاں۔ تو پری دلبری خوشتری۔

صابرہ۔ اری جا جا ہٹ تیری کل سوئی چل مری واہ وہ۔

سہیلیاں۔ سوتن کا سنگ رہے دشمن سے رنج سے جوش امنگ ہے

پھر کیوں یہ جنگ رہے۔

صابرہ۔ منھ بھری غم وسری چل اری واہ وہ۔

سہیلیاں۔ سرو دری۔ بہتری ہے تیری واہ واہ مانو لے جی مانو سرکار

لائے ہیں دولھا رنگیلا طرار۔

عیارہ۔ اف یہ بے مروتی۔ پیاری مجھ میں ایسی خطا ہے جو نکاح کرنے کو

نہیں ہوتی راضی۔

سہیلی عا۔ ہاں ہاں پیاری بھلا ایسا موقعہ تمہیں کہاں ملیگا۔ جو ہمیشہ

کیلئے رنج و غم سے پیچھا چھوٹ جائیگا۔ ادھر آو دولھا بھائی صابرہ

تو ہوگئی سودائی ہے

جب تک باغ جوانی ہرا رہے

جب تک گلوں میں بو رہے بو بیں وفا رہے
دولھا دولہن کا جوڑا یونہی ملا رہے

(آنا ناصر کا)

ناصر۔ اُف یہ کیا جس حالت تک میرا وہم وگمان تک نہ تھا۔ کیا صابرہ کو آج اسی حالت میں دیکھتا ہوں۔ نہیں نہیں میں ایک غیر مرد کیساتھ بوسہ بازی کرتے کبھی نہیں دیکھ سکتا ہوں۔ او بدکار تو کون کیا یہاں اپنی جان کا دشمن بن کر آیا ہے۔

صابرہ۔ اور تو کون ہے۔ جو اس جرأت کیساتھ زنانہ باغ میں چلا آیا ہے

ناصر۔ او بے مروت عورت کیا تو مجھے اتنی جلدی بھول گئی۔

صابرہ۔ بس دور ہو شیطان کیا تو مجھے فریب دینے آیا ہے میرا پیارا ناصر تو یہ کھڑا ہے۔

عیارہ۔ خدا جانے پھر یہ بیوقوف کہاں سے آن مرا ہے۔

ناصر۔ او بدکار ہوشیار میں ابھی تم دونو کا فیصلہ کئے دیتا ہوں۔

سہیلی۔ حضرت آپ ان کا فیصلہ کیا کرینگے۔ کیونکہ تقدیر ہی نے ان دونو کا فیصلہ کر دیا ہے۔

ناصر۔ ہیں تقدیر ہی نے ان دونو کا فیصلہ کر دیا ہے۔ یعنی؟

سہیلی۔ ان کا نکاح ہو گیا ہے۔

ناصر۔ اُف یہ میں کیا سنتا ہوں۔

عیارہ۔ جو کچھ میں کہتا ہوں۔

ناصر۔ نہیں یہ تو نے کیا کیا کم بخت۔

عیارہ۔ ماہ مدعی سست گواہ چست

ناصر۔ ارے کوئی ہے اسکی گردن پکڑ کر نکال دو۔

صابرہ۔ ہاں ہاں اب میرا جنازہ یہاں سے نکلیگا اور تم دونو کا خون

بہتا نظر آئیگا۔

عیارہ۔ کون سے برتے پہ تو یہ رکھتا جوش و خروش

ناصر۔ خنجر خونخوار سے تیرا مٹاتا ہوں میں جوش

عیارہ۔ بیٹھئے بیٹھئے

اس وقت عقل و خرد کی روپوش ہو گئی

(عیارہ کا مردانہ لباس اتار دینا)

سب۔ کھلوائے مٹھائی فراموش ہو گئی

صابرہ۔ بہن کون عیارہ۔

عیارہ۔ جی نہیں آپکا شوہر پیارا۔

صابرہ۔ بہن تو نے یہ کیا کیا کھیل۔

سب۔ آپکے دل بہلانے کا سامان۔

صابرہ۔ پیارے ناصر معاف کر۔

ناصر۔ چل ہٹ ادھر

صابرہ۔ ہائے مجھے اس کمبخت نے دھوکا دیا ہے میں نے کچھ جان بوجھ کر قصور نہیں کیا ہے

ناصر۔ جی ہاں دھوکے ہی سے تو قصور ثابت ہوتا ہے۔

صابرہ۔ اچھا تو آپ میرے قصور کی سزا دیجئے۔

ناصر۔ اچھا تو جتنی سخت باتیں سنائی ہیں۔ اتنے ہی بوسے جرمانہ عطا فرمائیے

صابرہ۔ یہ جرمانہ تو عیارہ پر کرنا چاہئے۔

ناصر۔ اس کی تو بڑی مہربانی سمجھنا چاہئے۔

صابرہ۔ یہ آپکی ناانصافی ٹھیریگی۔

ناصر۔ یہی ناانصافی تو اب تم سے بوسے دلوائیگی۔

سہیلی۔ واہ کیا مزے کی بات ہے

سہیلی ۲ - دلّی کی گھات ہے۔

سہیلی ۳ - بازی ان کے ہاتھ ہے۔

سب - پیاری مات ہے مات ہے۔ مات ہے۔

صابرہ - کیوں یہ تو فرمائیے کہ مجھ سے کیا خطا ہوئی ہے کہ جس کی خفگی سے آپ نے صورت تک نہ دکھانے کی قسم کھائی ہے۔

ناصر - خفگی پیاری تم پر میری خفگی نہیں ہے۔

صابرہ - پھر اور کس کی ہے۔

ناصر - قسمت کی - جو تم سے ہم سے تو کیا - بلکہ تمام شہر والوں سے ناراض ہو گئی ہے - افسوس - ملکہ شرجیلہ اور ارزق نے ملک میں وہ قتل کی دھوم مچا رکھی ہے - کہ جس سے ایمانداروں کا ایمان چھڑانا بھی دشوار ہے - جو کوئی ان کا طریقہ نہیں منظور کرتا ہے ہی زندہ آگ میں جلایا جاتا ہے۔

صابرہ - ہائے پھر ان دشمنوں سے کوئی کیونکر بچ سکتا ہے۔

ناصر - ہاں بچنے کیلئے ایک ترکیب ہے - مگر ہاں پیاری اگر اس مہینہ کی آخری تاریخ تک تمہارا نکاح ہو جائے تو میں غنیمت سمجھتا ہوں اسلئے کہ تمہارے دل میں کوئی حسرت باقی نہ رہے۔

صابرہ - بیشک سچ ہے کہ جب تک تم اپنے دشمنوں پر فتح نہ پاؤگے اور اپنے والد مرحوم کے تخت پر بیٹھکر حکومت کا سکہ نہ جماؤگے اسوقت تک میں تم سے شادی نہ کرونگی اور یوں تو میں تمکو اپنا شوہر سمجھتی ہوں اور سمجھوں گی۔

ناصر - خیر اگر تمہاری مرضی نہیں ہے تو میں آج ہی ملکہ شرجیلہ کو پیغام جنگ روانہ کرتا ہوں اور خدا نے چاہا تو ضرور دشمنوں کو نیچا دکھاتا ہوں۔

صابرہ۔ آمین۔ خدا حافظ و ناصر ہے۔

ناصر۔ اچھا پیاری آخری سلام۔

صابرہ۔ نیک انجام۔ (آنا ازرق کا)

ازرق۔ موت کا پیغام۔

صابرہ۔ ہیں کون ازرق۔ او خداوندا۔

ازرق۔ سپاہیو اس زندہ لاش کو اٹھالو۔

ساجدہ۔ ٹھہرو بدکارو۔

ازرق۔ اسکو بھی کرلو گرفتار۔

جواد۔ ہائے امی جان۔

ازرق۔ چپ۔ لیجاؤ قتل گاہ کو۔

ٹیبلو

(ازرق آکر صابرہ و ساجدہ و جواد کو گرفتار کرتا ہے۔)

باب پہلا سین آٹھواں مکان مرزا رفعت

واسطر۔ چوری عیاری۔ لوٹ۔ خون۔ یہ چاروں ایسے جرم ہیں کہ انسان ایک نہ ایک روز ضرور پکڑا جاتا ہے۔ تو میں نے بھی چنانچہ اس تو کیلئے یہی دل میں ٹھان لیا ہے۔ کہ جسطرح بنے چوری کروں۔ دغا کروں عیاری کروں۔ چاہے مرد سے عورت بنوں۔ مگر پیاری زینت کو یہاں سے ضرور لیکے چلدیوں (آنا مرزا رفعت بیگ کا)

رفعت بیگ۔ شرم غیرت۔ ندامت۔ افسوس بیٹے نے بدنام کردیا اور بیٹی نے اخبار میں اپنی شادی کا آرٹیکل دیکر غم کا موسل دیا اب اگر بیٹی کو گھر سے نکالتا ہوں۔ تو عزت کا تاگہ ٹوٹتا ہے۔ بس اب یہ تدبیر خوب ہے کہ بیٹے کو گھر

سے نکالدوں بیٹی کا کہیں نکاح کردوں اور اپنا دل کسی کنواری حسین

نازنین کی زلفوں میں اٹکا دوں۔

(مرزا رقت بیگ کا جانا اور اسکے بیٹے دوطے مرزا کا آنا۔)

دوطے مرزا۔ لٹکا دوں۔ ضرور لٹکا دوں اپنے باپ کو ایک رسی کا پھندا بنا

کر سچ مچ لٹکا دوں پھانسی پر۔

واسطر۔ تو باپ اپنی ملہار گاتا ہوا گیا۔ اور بیٹا اپنی راگ مالا بجاتا ہوا آیا۔

دوطے مرزا۔ میں نے انگریزی میں بی۔ اے پاس کیا تو کیا دوستوں میں

ذلیل ہو رہا ہوں یہ کمبخت بڈھا خرچ تک کو پیسہ نہیں دیتا ہے اور اگر کبھو

تو پاؤں کی ہاتھ میں لیتا ہے۔ اب کیا تدبیر کروں۔

واسطر۔ میں بتا دوں۔

دوطے مرزا۔ ہاں یار اگر تم کوئی ایسی تدبیر بتاؤ گے تو میں تمہارا احسان لونگا

واسطر۔ اچھا تو سنو جو کچھ روپیہ ملیگا۔ اس میں سے آدھا روپیہ میں لونگا

دوطے۔ اچھا اچھا لے لینا مگر پہلے تدبیر تو بتاؤ۔

واسطر۔ تو سنو۔ تمہارے بڈھے باپ کو ایک نئی جورو کی تلاش ہے تو میں

ایک عورت کا لباس پہن کر آؤنگا۔ اور آپ کے باپ کا دل مجھ پر لوٹ

پوٹ ہو جائیگا۔ پھر تم یہ کہنا کہ دو ہزار لاؤ تو یہ عورت دیتا ہوں نہیں بس پھر

تم دو ہزار روپیہ لیکر اپنے باپ سے میرا نکاح کر دینا۔

دوطے مرزا۔ یار تدبیر تو بہت اچھی ہے۔

واسطر۔ تدبیر تو بہت اچھی ہے۔ مگر اس میں میری کمبختی ہے۔

(دوطا مرزا کا چلا جانا)

زیتونہ۔ بگڑ جائیگا۔ آج نہیں تو کل میرے بڈھے باپ کا دماغ بالکل بگڑ جائیگا

کیا میرا باپ بالکل پاگل ہو گیا۔ کہ مجھ جیسی تعلیم یافتہ عورت کی شادی

ایک اولڈ فیشن مرد کے ساتھ کرتا ہے۔

واسطر۔ بیگم صاحبہ آپکا فرمان بالکل بجا ہے۔
زیتونہ۔ ہیں تو کون اور اس گھر میں کیوں آیا ہے۔ نکل یہاں سے مردود کہیں کا۔
واسطر۔ ہیں ہیں کیا کہتی ہو بیگم صاحبہ شور کیوں مچاتی ہو مجھے تو آپکے والد صاحب نے نوکر رکھا ہے۔
زیتونہ۔ نوکر رکھا ہے مگر کس کام پر۔
واسطر۔ یہی آپکے گھر کا کام کاج کرنے کیلئے۔
زیتونہ۔ اچھا تو میرا کام کریگا۔
واسطر۔ اجی بیگم صاحبہ آپکا تو کیا بندہ تو آپکے خاندان بھر کے کام آ سکتا ہے۔
زیتونہ۔ اگر تو میرا یہ کام کریگا تو میں تیرا احسان مانونگی۔
واسطر۔ بیگم صاحبہ آپ بلا شک وشبہ فرمائیں۔
زیتونہ۔ اچھا تو سن۔ تو میرا باپ بنکر میرے اولڈ فیشن شوہر کو کسی ترکیب سے یہاں سے نکالدے۔ ٹھہر جائیں اپنے باپ کا لباس لاکر تجھے پہناتی ہوں (جانا)
واسطر۔ یا اللہ یہ کیسی رشتہ داری جوڑ رکھے باپ بننے کی تیاری۔
(آنا زیتونہ کا)
زیتونہ۔ لے یہ میرے باپ کا لباس پہن۔ (لباس پہنتا)
واسطر۔ دیکھ پیاری تیرے باپ کا لباس مجھے کیسا سج گیا ہے۔ کہ اگر اس میں تیری اماں بھی مجھے دیکھ پائے۔ تو سچ مچ اپنا شوہر ملنے اچھا پیاری ادھر آ۔ ارررر بولا بیٹی ادھر آ۔ اور بوڑھے عاشق باپ کو ایک بوسہ تو دلا۔
زیتونہ۔ مجھے تو شرم آتی ہے۔

واسطر۔ کیوں باپ بناکر شرماتی ہے اب میری قسمت کا ستارہ کچھ کچھ چمکنے لگا مگر ابھی اور یا ور دونگا یعنی اب تو جورو کا باپ بنا اور تھوڑی ہی دیر میں پیاری تریتونہ کے باپ کی جورو بنونگا۔ اور کسی بہانہ سے موقعہ پاکر پیاری تریتونہ کو چل دھرونگا۔

(آنا فرچیٹ کا)

فرچیٹ۔ میں کبھی نہ مانونگا۔ وہ ضرور اس گھر میں آیا ہے۔ اور بڈھے کھوسٹ مرزا رفت بیگ نے اس سے دھوکا کھایا ہے واہ رے غضب ساڑھے چار فٹ کا آدمی ایکدم غائب واہ رے میرے آقا اُلو مرزا رفت۔

واسطر۔ کیوں بے نالائق قابل لعنت یہ کیا بدگوئی کر رہا ہے۔ یہ ہماری میں کیا کیا آئیں بائیں شائیں بک رہا ہے۔

فرچیٹ اجی جناب آپ انہیں معاف کیجیے۔ (آنا مرزا شوکت بیگ کا)

مرزا شوکت بیگ۔ اجی جناب مرزا رفت بیگ صاحب دیکھئے یہیں آپ کون صاحب ہیں۔

واسطر۔ اجی جناب آپ ہمیں جانتے ہی نہیں کہ ہم کون عالی نسب ہیں ہم ہی مرزا رفت بیگ ہیں۔

مرزا شوکت بیگ۔ نہیں جناب صاف صاف بتائیے مجھے آپ پر کچھ کچھ شک ہے۔

واسطر۔ ہیں یہ کیسی گستاخی۔ نالائق پاجی کمینے تو اور گل گلے۔ (مارنا)

شوکت۔ ارے کوئی ادھر تو آنا وہ جناب داماد کو گھر بلاکر جوتے لگانا۔

واسطر۔ دوڑ دوڑ بیٹی تریتونہ مجھے مار ڈالا۔

(دو ڈھے مرزا کا آنا)

دوڈھے۔ کون پاجی ہمارے مکان میں گھس آیا کیوں بے تو ہمارے مکان

میں کیوں آیا۔

شوکت۔ او خدا جو کوئی آتا ہے۔ مجھ کو ہی مارتا ہے۔ میں کس آفت میں پڑا او میری ماں۔

(آنا مرزا رفعت بیگ کا)

رفعت بیگ۔ کیا ہے۔ کیا ہے۔ کون آفت میں پڑا۔

دو ملے۔ اسے ان میں میرا باپ کون ہے۔

فرچٹ۔ آپکے باپ یہ ہیں۔

سب۔ یہ کون واسٹر۔

واسٹر۔ بس سر۔ دس از مائی رسپکیٹ۔

شوکت۔ ہاں اس بدمعاش نے مجھے مارا تھا۔

فرچٹ۔ کیوں بے کر دوں دھیڑ ایک ہی لات میں۔

واسٹر۔ کیوں بیٹا لوں پاؤں کی عزت ہاتھ میں۔

مرزا رفعت۔ جناب مرزا شوکت بیگ صاحب اس پاجی نے جو کچھ آپکو مارا پیٹا ہے میں اسکی آپ سے معافی چاہتا ہوں اور خدا کا شکر ہے کہ عین وقت پر ہی آ گئے۔ اب میں اپنی لڑکی کا نکاح اسی وقت آپ سے پڑھوا دیتا ہوں۔ اور خدا سے دعا ہے کہ تم دونوں خیریت سے پہنچ جاؤ اپنے مکان تک۔

واسٹر۔ جی نہیں قبرستان تک۔ جناب آپ نکاح نہ پڑھائیے کیونکہ آج کا دن اور آج کی گھڑی اچھی نہیں ہے۔

دو ملے مرزا۔ یہ تم کو یہ کیونکر معلوم ہوا۔

واسٹر۔ وہ دیکھئے نحوست کا ستارہ تمہارے سر پر چمک رہا ہے۔

رفعت۔ چل چل ہم چاند ستاروں کو نہیں مانتے ہیں۔

دو ملے۔ سچ ہے چاند ستارے بھلا کیا کر سکتے ہیں۔ جو بھلا جو کچھ کرتا ہے

وہ خدا کرتا ہے۔

واسٹر۔ تو بیٹا واسٹر تمہاری فریب کی ہنڈیا اُبلی اور اُبل کر رہ گئی۔ اور رسپکیٹ بھی پھیکی پڑ گئی۔ اب یہاں سے جاؤں اور ایک عورت کا لباس پہن کر آؤں بڈھے جھبڑوس کو بناؤں اور پیاری زیتونہ کو لیکر فرار ہو جاؤں۔

رفعت۔ دیکھو بیٹا دوھلے مرزا۔ قاضی صاحب آئے یا نہیں اگر آگئے ہوں تو جا اندر بلا لا۔

فرحیٹ۔ ارے یہ کیا اندھیر ہو رہا ہے۔ کیا گھر کا گھر پاگل ہو گیا ہے۔

رفعت۔ کیوں کیا ہے۔

فرحیٹ۔ کیا سس زیتونہ کی اور اسی وقت شادی کر دگے۔

رفعت۔ ہاں ابھی وقت نکاح کر دونگا۔

شوکت۔ ہاں تو وہ قاضی صاحب آ رہے ہیں۔

دوھلے مرزا۔ جی ہاں آپکے پاس آدمی کو بھیجا تھا۔ مگر آپ نے بہت دیر لگائی

قاضی۔ جی ہاں میں ایک دوسری جگہ نکاح پڑھانے چلا گیا تھا۔

رفعت۔ آئیے قاضی صاحب تشریف لائیے یہ میری بیٹی ہے اور یہ داماد ہے ان دونو کا نکاح پڑھیے۔

قاضی۔ ہے قسمت سے دونو کا جوڑا ملا۔

فرحیٹ۔ حضور غضب ہو گیا۔

سب۔ کیوں کیا ہوا

فرحیٹ۔ حضور آپکے ابا جان نے زہر کھا لیا۔

شوکت۔ ہائے ابا جان ہائے ابا جان۔ (آنا واسٹر کا زنانہ لباس میں)

واسٹر۔ کہاں گئے کدھر گئے کہاں گئے کدھر گئے۔

دوھلے مرزا۔ کون کہاں گئے کدھر گئے

واسطی۔ میرے ہونے والے شوہر دولھے مرزا کہاں گئے۔
رفعت۔ آہا اس کا حسن عجیب ہے۔ میرا تو دل لوٹ پوٹ ہوگیا۔
دولھے۔ تم کو کیا کام ہے۔
واسطی۔ جی ان سے میرا شادی کا کام ہے۔
رفعت۔ نہیں نہیں یہ میری مرضی کے بغیر کبھی تجھ سے شادی نہ کریگا
تو میرے ساتھ شادی کرلے جان۔
دولھے۔ ارے یہ بوڑھا بھی عجیب ٹھکھو ہے۔ کمبخت اپنے بیٹے ہی کی جورو
پر لٹو ہے۔
واسطی۔ جی میں کیا کروں۔ میں تو دل و جان سے انہیں کی غلام ہو
چکی ہوں۔
رفعت۔ بیٹا دولھے مرزا ذرا ادھر آؤ۔
دولھے۔ جی حاضر ہوا فرمائیے۔
رفعت۔ بیٹا دولھے مرزا دیکھو میں تو بوڑھا ہوں۔ اور تو جوان ہے تجھکو
تو ہزاروں عورتیں مل جائینگی۔ مگر مجھ کو کوئی نہیں پوچھیگی اسلئے
بیٹا یہ عورت تو مجھکو دیدو۔ اور تم کسی اور سے شادی کرلو۔
دولھے مرزا۔ نہیں جناب میں تو اپنی بیوی کبھی نہیں دونگا۔
قاضی۔ ارے میاں چلو باپ کا کہنا بھی مان جاؤ۔
دولھے مرزا۔ واہ جی واہ تم بھی انہی کی سی کہتے ہو۔ معلوم ہوا کہ آپ بھی
اپنے بیٹے کی جورو پر لٹو ہو۔
رفعت۔ دیکھو بیٹا تو جوان ہے۔ تجھ پر تو ہزاروں عورتیں عاشق ہوجائینگی
دولھے مرزا۔ اچھا خیر ابا جان اگر آپ کی یہی مرضی ہے۔ تو آپ اس عورت
شادی کر لیجئے۔ اور مجھکو مبلغ دو ہزار روپیہ دیدیجئے
رفعت۔ اچھا بیٹا لے لینا۔

دوسٹے جمیرا۔ جناب سے لینا نہیں ہیں تو ابھی لونگا۔ اور ابھی اسیوقت کسی شریف گھرانے کی تلاش کرنے جاؤنگا۔ اگر کوئی شریف خاندان کی عورت نہ ملیگی تو کسی کی لونڈی باندی ہی کو پکڑ لاؤنگا۔ مگر جورو والا تو کہلاؤنگا۔

رقت۔ اچھا چار روپیہ لے۔ مگر ذرا اسکو بھی سمجھاتا جا۔

دوسٹے۔ اسکو راضی کرنا تمہارا کام ہے۔

واسٹر۔ اب میں اس بڑھے کھوسٹ سے چار ہزار روپیہ نہ لوں تو میرا نام نہیں۔

رقت۔ کیوں اے میری پیاری بیوی کیا ہم سے نکاح کرنیکو راضی ہے

واسٹر۔ جی ہاں راضی تو ہوں مگر پہلے چار ہزار روپیہ لینگے پھر ہم تمہاری جورو اور تم ہمارے خصم۔

رقت۔ ارے چار ہزار کیا تمام گھر کا گھر تم کو دیدینگے ہم۔

واسٹر۔ اچھا تو جناب قاضی صاحب آئیے۔ اور ہم دونو نکاح پڑھائیے۔

قاضی
کھلے ہیں یہ دنیا میں سوسن کے پھول
محبت دل و جان سے ہو انکو قبول
سلامت ہمیشہ یہ جوڑا رہے
رقیبوں کی آنکھوں میں ہو خاک دھول

گاتا واسٹر

موا تمھیا را پیا رے مار و ور کرے
میرا گھر والا بڈھا رے مار کچھاڑ کرے
تجھے کالا کاٹے۔ چھاتی پھاٹے۔ دیک چاٹے۔ صولا بالا بادا میرا۔ دادا میرا چھوٹا موٹا۔ نقاش لوٹا چھار و دکھاوے۔ جوتے کھاوے۔ ڈنڈیں کھاوے۔ دھپو دھپ دھپو دھپ موا تمھیا را پیارے۔

باب پہلا سین اوّل آتشی شکنجہ

مسافر — کس منہ سے شکر ہو رب قدیر کا۔
مجھ سے حقیر کو دیا رتبہ فقیر کا۔
میں تیرے عشق میں جسم عناصر کو لٹا بیٹھوں
کروں وہ خاکساری خاک میں خود کو ملا بیٹھوں
پھر اپنی خاک کو صحرائے یثرب میں اڑا بیٹھوں
تمنا ہے درختوں پر تیرے روضہ پہ جا بیٹھوں
قفس جس وقت ٹوٹے طائر روح مقید کا۔

ساجدہ — خدایا نور وہ پھیلا جہاں میں اپنی وحدت کا
اندھیرا دور ہو جائے جہاں سے کفر و ظلمت کا

مسافر۔ ساجدہ یہ وقت خوشی کا ہے مرنے کی خوشی کرو اور اسوقت خدا کی حمد کا ایسا فرحت بخش گانا سناؤ کہ روح مقید آزاد ہو جائے۔

گانا

انکو اسکے سوا اور پیارا کیا ہے — با سوا انکے نہیں اور سہارا کیا ہے
پلّا نیکی کا جھکا دینگے وہ میزان کی گت — بار عصیاں کا تمہیں اب تقاضا کیا ہے
بخشوا لینگے تمہیں تمکو تقاضا کیا ہے — حق نے وعدہ کیا ان سے تمہیں پروا کیا ہے
تمکو امت ہے کیا انکو شفیع امت — اس سے بڑھکر کوئی بتلائے تو رتبہ کیا ہے

ازرق۔ یہ یہاں تو غم کے عوض خوشی ہو رہی ہے۔ ماتم کے بدلے ہنسی ہو رہی ہے۔

کبھی ہنستے نہیں دیکھا کسی کو موت کے غم میں
تعجب ہے کہ کرتے ہیں خوشی ہم موت کے غم میں

مسافر - اس میں تعجب ہی کی کیا بات ہے۔

چین کی بنسی بجانا عاشقوں کا کام ہے۔

حد گانا اپنی تکلیفوں میں یہ آسام ہے

دین حق پر جان دینا اپنا نیک انجام ہے

پوچھ پھیرے کی خوشی سرمست خون آلودہ سے

پوچھو بنسی کا مزہ کچھ حضرت داؤد سے

ارزق - اگر تم ہماری اطاعت قبول نہ کروگے تو یاد رکھو کہ اس آتشی شکنجے میں جلائے جاؤگے ؎

موت بھی وہ موت جو شکل دکھائے خوفناک

خون بھی وہ خون جو ہوگا تم کو دردناک

ساجدہ - سعید ہے وہ انسان جو اپنے بزرگ اور سچے خدا کے نام پر قربان ہو جائے شہید ہے وہ انسان جو اپنا ایمان و مذہب نہ چھوڑے چاہے اپنی جان کا خون بہا لے۔

ارزق - او بیوقوف عورت دنیا کیلئے کیوں جان دیتی ہے۔ یاد رکھ کہ تیری عصمت پر داغ آجائیگا۔ اور تیرا یہ غرور نیچا ہو جائیگا۔

ساجدہ - او بے ایمان یہ امانت حضرت حوا کی امانت ہے عصمت کا پاک موتی کسی کی ملکیت نہیں ہے ؎

جان ہم اسکو دینگے جسنے دی ہے جان ہمیں

جو مصیبت سے بچاتا رہتا ہے ہر آن ہمیں

مسافر - جسکو اپنی جان عزیز ہے۔ اُسپر لعنت ہو سبحان کی جو صدا دیتا ہے کل من علیہا فان کی۔

ارزق - وہ کون ہے کہ جسنے اُسکی آواز سنی ہو۔ وہ کون ہے کہ جس نے اُسے دیکھا ہو۔

ساجدہ ۔ آواز دل کے کانوں والے سے سنی جاتی ہے اسکی صورت
آنکھ والے کو نظر آتی ہے ؎

سنے آواز کیا وہ جو ہو بہرہ دونوں کانوں سے
ہے جسکی پھوٹی ہوں وہ کیا دیکھیگا آنکھوں سے
نظر آئے جسے دیکھے وہ جلوہ نور زیبا کے ہو
سنے آواز وہ پیدا کرے جو کان سوسے کے

شرجیلہ ۔ یہ لوگ اسوقت تک کبھی نہیں مانینگے جب تک کہ وہ گنہ
گاروں کے سامنے اس آتشی شکنجہ میں ڈال کر نہ پیسے جائینگے ۔

ارزق ۔ اچھا کوئی حاضر ہے جاؤ ان قیدی گنہ گاروں کو حاضر کرو ۔

شرجیلہ ۔ کیوں جواد تو اپنی ماں کے ساتھ رہیگا یا اپنے باپ کے سایہ ر
عاطفت میں رہکر زندگی بسر کریگا ۔

جواد ۔ کون باپ ۔ کیا یہ میرے باپ ۔ کبھی نہیں اگر آپ میرے باپ ہوتے
تو مجھ کو میرے پیدا کرنیوالے خدا سے کبھی نہ موڑاتے ۔

ارزق ۔ ہیں تو کیا مجھے اپنا باپ نہیں سمجھتا ۔

جواد ؎

نیکی کو چھوڑ کر جو ہو آمادہ پاپ پر ہو
لعنت خدا کی بھیجتا ہوں ایسے باپ پر

ارزق ؎

اونہہ سوار موت تو روک اپنی بات کو
ٹھکرا کے مت جگا ارے سوتے ناگ کے
بیدار کرتا کیوں ہے تو دوزخ کی آگ کو
ورنہ جلاؤنگا تیری الفت کی لاگ کو
جو سر کشی کریگا تو چرخ بلند سے
ٹوٹیں گے ٹکڑے بن کے غضب بند بند سے

جواد - میں آپکے غضب سے ڈر کر اپنی ماں کا ساتھ کبھی نہیں چھوڑونگا۔
ازرق - کیوں اے گنہ گار و تم کو معلوم ہے کہ تم اسوقت کہاں کھڑے ہو
پہلا قیدی - موت کے میدان اور آغوش ایمان میں -
ازرق - او بیوقوفو ہم کو اسکا ثبوت دو۔
پہلا قیدی - ثبوت اف ہم سے اسکا ثبوت پوچھتا ہے جب دنیا کی ہر
ایک میں اسکا ثبوت نظر آرہا ہے -
ازرق - کہاں ہے -
پہلا قیدی - ہر جگہ اپنی قدرت کا جلوہ دکھا رہا ہے خود پرست سرکشوں
کو چشم زدن میں زلزلہ بن کر غارت کر دیتا ہے آسمان سے قہر بنکر
ٹوٹ پڑتا ہے وہ جس طرف سے ہوا کے فرحت بخش جھونکوں کیساتھ
گذر جاتا ہے۔ تو تمام درختوں کی پتی پتی کا سر اُسکے سجدے میں جھک
جاتا ہے - اور جب وہ سمندروں کی ظالم خیز موجوں کے سامنے آتا
ہے تو تمام دربار میں اللہ اکبر کا شور مچ جاتا ہے اور آبشاروں کا بلند
پانی بھی اپنا سر زمین سے رگڑتا ہوا تیرہ و تار غاروں میں اُسکی عبادت
کرنے چلا جاتا ہے -

ذرہ ذرہ ہو کے شاہد کہتا ہے قالو بلا
آرہی ہے ہر طرف سے نحن اقرب کی صدا

ازرق - او بیوقوف تجھ کو زبردستی ہمارا طریقہ منظور کرنا پڑیگا
پہلا قیدی - کبھی نہیں - اگرچہ تو آنکھوں سے نظر جیبوں سے زر دل سے
جگر گوشت سے خون اور خون سے جان تک لیسکتا ہے - مگر جان
سے ایمان اور ایمان سے دین کی اطاعت کبھی نہیں چھڑا سکتا -

ہو نہیں سکتا وہ بندہ اب کسی گمراہ کا
جو کہ امت ہو چکا حضرت رسول اللہ کا

ارزق - جاؤ لیجاؤ اس ہٹ دھرم کو آتشی شکنجے میں ڈال دو۔ بول اے
شخص تیرے دل میں کیا ہے۔
دوسرا قیدی - میرے دل میں خدا کا نور ہے۔
ارزق - کہاں ہے کس نے دیکھا ہے۔
دوسرا قیدی میں نے دیکھا ہے میرے دل میں اسکا جلوہ ہے
اور جب سے میں نے اسکا جلوہ دیکھا ہے۔ تب سے میرا دل دنیا کے
تاریک خانوں کی قندیل بن گیا ہے ؎

گلشن ہستی میں بج رہا ہے اسکا ڈنکا شاد شاد
بلبلیں پڑھتی ہیں سب اسکا کلمہ شاد شاد
جھومتے ہیں پھول سب پڑھ کے کلمہ شاد شاد
بج رہا ہے باغ میں وحدت کا ڈنکا شاد شاد

ارزق - او اجل رسیدہ اگر تو مجھے اپنا خدا نہ دکھائیگا تو یہ تیرا خاکی تن
خاک میں مل جائیگا ؎

بجلیاں کوندیں میری تلوار کی الغیاث
خون رو رو کر پکاریگا امان و الغیاث

دوسرا قیدی ؎

موت کی دہشت کہ جسکے ہر آئینے دل میں ہو
پھر بلا سے گر قیامت خنجر قاتل میں ہو
قم باذن اللہ کی تکبیر جاں داروں میں ہے
صور اسرافیل کی آواز تلواروں کی جھنکاروں میں ہے

ارزق ؎ میں مٹا دونگا صفحہ ہستی سے نقطہ نام کا
نام باقی رکھونگا نیکی کے نہ انجام کا

مسافر - او ناپاک ہستی تو تو کیا اگر زمین اپنے دل لوں سے اور آسمان

اپنی طاقتوں سے بلکہ اپنے تھپیڑوں سے بلکہ تمام دنیا کی بدیاں اور لاکھ شیطان ملکر اس چراغ کو بجھانے کی کوشش کریں تو انشاء اللہ قیامت تک اسکی واحدنیت کا جھنڈا لہراتا ہی رہیگا۔

ساجدہ۔ بجلیاں لاکھوں چھپی ہیں سینۂ خاموش میں
نیکیاں لاکھوں بھری ہیں رحم کی آغوش میں
دل ہمارا یاد عہد رفت سے خالی نہیں
اپنے شاہوں کو یہ امت بھولنے والی نہیں

ارزق۔ جلادو! انکو بیڑیوں کی سخت حفاظت میں رکھو۔

ساجدہ۔ اسے یہ چند فولادی بیڑیاں تو کیا۔ اگر تو ہمیں کولھو میں بھی پلوادے تو ہم اُف نہیں کرنے والے۔

سمندر آگ پانی بجلیاں گر چرخ برسائے
مگر ممکن نہیں مجھ سے میرا اسلام چھٹ جائے

شہر چیلہ۔ اے شخص تو اب کیا چاہتا ہے۔

دوسرا قیدی۔ موت صرف موت۔ جو مجھے میرے سچے خدا سے قیامت کے روز سرخرو کرائیگی۔

ارزق۔ جاؤ لے جاؤ جلادو۔ اسکو اسی شکنجے میں ڈال دو۔

مسافر۔ او بے ایمانوں ان بیگناہوں کا خون نہ بہاؤ کچھ حق انصاف کرو

شہر چیلہ۔ اون ہوں ہم جانتے ہی نہیں کہ حق و انصاف کسے کہتے ہیں۔

ساجدہ۔ او شیطان زادی تیری ماں کی گود پر فرعون نے اپنا سایہ ڈال دیا ہے۔

شہر چیلہ۔ بس خبردار

وہ بلا ہوں جو سمجھے کبھی آتی ہی نہ ہو
آگ ہوں وہ سلگی جو کبھی دھکی نہ ہو

برق ہوں وہ عالم میں جھکی بھی نہ ہو
میرے ہر طرز عمل میں جلتی ہر دل کو آگ ہے
میرے سر کا ایک ایک بال کالا ناگ ہے

جواد سے

فلک توڑیگا پہر موذی کا بل ہر گا ٹھی ہے
کہیل جائینگے سب کے سر خدا کی ایک لاٹھی ہے

شر جیلہ۔ شیر او لطفہ حرام رو کے تو یوں نہ مانیگا۔ جب تک تجھے
زندہ آگ میں نہ جلایا جائیگا۔

جواد۔ آمی جان یہ راہ خدا ہے۔ اس میں دم نہ مارو مرنے کی خوشی کرو
اور اپنے بزرگان دین کا صبر یاد کرو سے

سر کٹا یا دین حق پر شاہ ہفت اقلیم نے
کر دیا بیٹے کو بھی قربان ابراہیم نے

ساجدہ۔ او خدا میں فریاد کرتی ہوں کہ دیکھ ہم عاجزوں پر کس قدر
ظلم ہو رہا ہے۔

ارزق۔ فریاد کر فریاد کر سے

قبر سے جب صور اٹھیگی تیری فریاد کی
برف یہ ساونگا سر پہ برف فولاد کی
آبی خاکی چیخ اٹھے بیداد کی بیداد کی
آسماں چکر میں ہو آفت سٹی میری بیاد کی
دست ہو اکر صفحے اہل عدم آباد کی

ساجدہ سے

گر جلا ئیگا ہمیں تو زندہ ہی کر خاک میں
کچھ نہ ایذا پہنچے گی ہم کو ذرا بھی آگ میں
جل گئے گر ہم پڑھ کے کلمہ آگ میں

باب دوسرا سین پہلا محل شرجیلہ

شرجیلہ۔ کچھ نہیں کچھ نہیں۔ توڑ ڈال توڑ ڈال اپنے بنائے ہوئے طلسماتی جہنم کو توڑ ڈال۔ آہ تو نے مجھے میرے سچے واحد لاشریک خدا سے منکر کیا کیا تو نے اسدن نہیں دیکھا کہ ساجدہ کی بد عا نے کسقدر زلزلہ پیدا کیا۔ آہ بجلیاں کڑکیں اور میرا تمام محل غارت ہو گیا

ارزق۔ اس میں تعجب ہی کیا ہے بارش کے طوفان آنیکی وجہ سے محل ٹوٹ پڑا۔ آگ میں تیزی اور تاؤ زیادہ ہو گیا آگ بھڑک پڑی بھلا اسکی بد عا کیا کر سکتی ہے۔

شرجیلا۔ نہیں ایسا ہی ہوا۔

ارزق۔ تو اور کیا ہو سکتا ہے۔

شرجیلہ۔ نہیں ارزق میرا دل ابھی تک دہل رہا ہے۔ یہ کیوں دہل رہا ہے۔ آہ میں سمجھی مگر نہیں۔ آہ شیطان تو نے میرے سچے اور بزرگ و باعظمت خدا کی مجھ سے توہین کرائی ہے۔

ارزق۔ کیا سادہ پن کیا بھولا پن اچھا پیاری میں ابھی اُسکا انتظام کرتا ہوں ارے کوئی ہے جاؤ ہماری فوج کے چاروں سپہ سالاروں کو بلا لاؤ بس آج ہی سمجھو گے کہ ساجدہ ماری گئی۔

شرجیلہ۔ اور اگر نہ ماری گئی تو۔

ارزق۔ اور اگر نہ ماری گئی تو۔

شرجیلہ۔ تو میں تیری ہمیشہ کیلئے لونڈی ہو کر رہونگی اور تیرے بنائے ہوئے چاند تاروں کی دل و جان سے پرستش کرونگی۔

پہلا آفیسر۔ کہئے حضور نے کس لئے یاد فرمایا خیر باشد۔

ارزق۔ تم کو اسلئے تکلیف دی گئی ہے۔ کہ شاہزادہ ناصر اور اس کمبخت
مسافر نے بہت ہی سر اٹھا رکھا ہے۔
دوسرا آفیسر۔ تو پھر کیا حکم ہے۔
ارزق۔ بس موت۔
چاروں آفیسر۔ حضور موت سے پہلے موت۔
شمر چیلہ۔ شاباش یہی ہے بہادروں کی نشانی۔

گانا

کریں کام زار و جان نثار اس پرفن کو کردے فی النار ہو
شمشیر وار دم پیکار چھوڑیں نہ موذی دشمن کو کردے فی النار
بس ہو ہوشیار تیغ آبدار سینے سے اسکے کردیں پار
تڑپیں پھر تڑپیں لیویں اسکی جان ماریں پچھاڑینگے بے گمان
بدزن رہزن کیونکہ ہیں کار زار جان نثار اسپہ پرفن کو کردیں فی النار

باب دوسرا　　سین دوسرا　　مکان مرزا رشید

شمس
گانا

میں فیشن کا جوڑا بدلوں بن لاثانی میں دیکھوں ہو کر مستانی
فیشن والے ہر فن والے پوڈر پیش والے ڈھونڈوں انگلش ولن
شوہر لاثانی فیشن کا بدلوں عزت والے بہت سے نرالے
اور ہوں منوائے شوہر لاؤں میں ایسا لاثانی شمر ملی
بنکر دل جانی کے دیکھوں ہو کر مستانی فیشن کا جوڑا لوں

شمس۔ افسوس اس روز میری شادی ہوتے ہوتے تو رہ گئی مگر میرے ابا جان
کی شادی ہو گئی مگر جب سے میرے ابا جان کی دلہن آئی ہے جب سے

میں نے نئی اماں کا منہ ابھی تک نہیں دیکھا۔ اور وہ بھی مجھ سے پردہ کرتی ہے۔ معلوم نہیں اسکا کیا سبب ہے۔

مرزا لیاقت - ادھر آو ادھر ہے۔

زیتونہ - ہیں شاید آگئے میرے ابا جان

مرزا - جی ہاں دیکھو بی بی یہی میری بیٹی ہے۔

زیتونہ - جی ہاں مگر اماں جان قسمت کی ہیٹی ہے۔

مرزا - ہیں اماں جان قسمت کی ہٹی ہے یا تو ہٹی ہے۔

زیتونہ - ہاں ابا جان بیشک سچ ہے میں قسمت کی ہٹی نہ ہوتی تو میرا نکاح ہوتے ہوتے تمہارا کیسے ہو جاتا۔

مرزا - ہاں بیشک بیٹی نکاح تو تیرا ہی ہونے والا تھا۔ مگر یہ کیسے خبر تھی کہ میری مراد کا پھول کھلنے والا ہے۔

زیتونہ - مگر ابا جان جب سے نکاح ہوا ہے۔ میں نے اماں جان کو مکان میں ہی نہیں دیکھا۔

مرزا - ہاں نکاح ہونے کے بعد یہ اپنے میکے چلی گئی تھی۔

زیتونہ - مگر ابا جان یہ منہ سے بولتی کیوں نہیں کیا گونگی ہے۔

واسطر - اسے لو میں تو بولنا جانتی ہوں۔

فرچیٹ - غضب ہو غضب ہو۔

مرزا - کیا ہوا کیا ہوا۔

فرچیٹ - برا ہوا جناب برا ہوا بڑی بیگم صاحبہ نے سن لیا ہے کہ آپ نے نئی جورو سے شادی کی ہے۔ اب وہ غصے سے آگ ہوئی جاتی ہیں۔ ہاتھ میں ڈیڑھ ہاتھ کا لمبا استرا لاتی ہے۔

مرزا - ہائے ہائے تو اب کہاں جاؤں کدھر اپنی بیوی چھپاؤں۔

فرچیٹ - میں بتاؤں۔

مرزا۔ بتا۔
فرچیٹ۔ پہلے دو اشرفیوں کا قول دیجئے۔
مرزا۔ جا قلمدان میں سے جا کر لے لے۔
فرچیٹ۔ اچھا سنئے جس وقت بڑی بیگم صاحبہ کہیں کہ یہ عورت کسکی ہے تو کہدینا کہ عورت میری نہیں فرچیٹ کی ہے۔
مرزا۔ بھئی واہ اشرفیاں بھی لیگا اور جورو والا بھی بنیگا۔ اچھا خیر باد منظور مگر یار کہیں پوسہ وغیرہ نہ لینا۔
بیگم۔ کہاں گیا کدھر گیا میں اسکی بوٹیاں نوچ لونگی میں بھوکی کتیا کی طرح اُس کی جان لونگی۔
مرزا۔ ارے بیوی کون ہے کیا ہے۔
بیگم۔ وہ کہاں میری سوکن مجھے بتادے موئے بدھے جھڑوس۔
مرزا۔ ارے پھر میرا قصور کیا ہے۔
بیگم۔ کمبخت تیرا ہی تو سب قصور ہے۔ ہائے ہائے مجھے بھری جوانی میں سوکن کا آنا
مرزا۔ تو کیا تم اُس پر رحم نہیں کر سکتے
بیگم۔ میرا کلیجہ جل رہا ہے اور میں اُس پر رحم کروں۔
فرچیٹ۔ میاں دو شرہ بھاگو نہیں تو پٹ جاؤ گے۔
بیگم۔ کیا میرے مکان میں کوئی عورت نہیں ہے۔
مرزا۔ بیوی تجھے کیا وحشت ہوگئی ہے۔
بیگم۔ وحشت تیرا جا موئے کھوسٹ تجھے چچا بناتی ہوں۔
فرچیٹ۔ میاں دو ڈھائی بڑی گت ہو رہی ہے۔
مرزا۔ موئے بڑھاپے میں نئی بس پالی ہے اور مجھے طلاق دینے کی ٹھانی ہے
واہ شرارے تو کون ہے۔ میری نانی میری نئی جوانی کسی کرتی ہے بجھیر خانی ذرا نہیں شرماتی ہو اس بڈھے کھوسٹ کو ملازم بناتی ہو آن آن

بیگم - تو کیا ان کی بیوی یعنی میری سوکن نہیں ہے۔
فریچیٹ - ہرگز نہیں یہ عورت تو میری ہے۔
بیگم - اچھا اگر یہ تیری بیوی ہے تو میرے سامنے اس کا ایک بوسہ لے۔
مرزا - ہاں وہ میں یہ کہتا تھا کہ بیوی آج تاریخ کونسی ہے۔
بیگم - اس سے مطلب۔
مرزا - مطلب یہ کہ پچھلے سال اس تاریخ میں پانی بہت برسا تھا۔ آج کیوں نہیں برسا۔
بیگم - برسا ہوگا۔ تم مجھے باتوں میں کیوں لگاتے ہو۔ اور تو اپنی بیوی کا بوسہ کیوں نہیں لیتے۔
فریچیٹ - لیتا ہوں لاؤ بیوی بوسہ لاؤ۔
مرزا - بیوی وہ میں نے تم کو پرسوں پیکٹ دیا تھا وہ تم نے کہاں رکھا ہے
بیگم - پڑا ہوگا کہیں۔ اے فریچیٹ تو کیوں گھبراتا ہے چل جلدی سامنے اسکا بوسہ لے۔
مرزا - اے فریچیٹ - آج بوسہ نہ لینا کیونکہ آج کی مہورت اچھی نہیں ہے۔
بیگم - میں مہورت وغیرہ کچھ نہیں جانتی فریچیٹ تجھے اسکا بوسہ میرے سامنے لینا ہی پڑیگا۔
فریچیٹ - اسے کیا سچ مچ بوسہ لینا ہی پڑیگا۔ اچھا دیکھئے بیگم صاحبہ میں اسکا بوسہ لیتا ہوں۔

(بوسہ لے لینا)

مرزا - ہائے ہائے کمبخت نے بوسہ لے ہی لیا۔
بیگم - چلو میاں چاء پینے کا وقت ہو گیا - چلو چلے چلو۔

مرزیا - دیکھ بے نالائق - اگر اب بولے گا، تو جان سے ہی مار ڈالونگا -

فرجیپٹ - چلو خوب اشرفیاں کی اشرفیاں ملیں اور نئی دلھن کا جوبن لوٹا -
کیوں ہے کسی کی قسمت ایسی -

واسٹر - ہٹ تیرے عشق کی ایسی تیسی - اس عشق میں کیا کیا کرنا پڑا یعنی اپنا کاروبار چھوڑ کر پیاری زنیونہ کیلئے پہلے تو دھوبی بنا کہ اگر وہ میرے پاس نہ آئیگی - تو اسکے کپڑے دُھلنے تو آئینگے اور پھر اسکا باپ بنا پھر وہاں تک بھی ٹھیک تھے - مگر اب جو جورو بننے کی لات آئی تو اس پہ طبیعت سخت گھبرائی ہے - ارے پرے سامنے سے زنیونہ آ رہی ہے - لیکن کچھ مایوس اور اداس ہو رہی ہے -

(آنا زنیونہ کا -)

زنیونہ - میں نے سنا ہے اور سچ سنا ہے - کیسے چلتے واسٹر میرے عشق میں میرے باپ کی جورو بنا ہے ہائے ہائے کمبخت عشق بھی بری بلا ہے -

(واسٹر کا ڈریس آ جانا)

واسٹر - واقعی پیاری بہت بُری بلا ہے - کہ جس نے مجھے مرد سے عورت بنا دیا - دس انڈائی ریپکٹ -

زنیونہ - جاؤ جی جاؤ تمہیں کس نے کہا تھا کہ اس طرح ہمارے گھر میں گھس جاؤ -

واسٹر - دس انڈائی ریپکٹ پیاری زنیونہ یہ صرف محبت ہے اگر تیری محبت نہ ہوتی تو کیوں کبھی باپ اور کبھی جورو بننے کی نوبت آتی -

زنیونہ - ہاں مجھے یاد ہے ایک مرتبہ آپ میرے باپ بنے تھے -

واسطی۔ اور امتحان میں پاس بھی ہوا تھا یعنی مرزا شوکت کو خوب جوتے لگائے گئے۔

ریتوبنہ۔ خیر یہ تو سب سچ ہے۔ مگر اس معاملہ میں ابا جان کی سخت ناراضی ہے۔

واسطی۔ ابجی جب ہم تم راضی کیا کریگا قاضی۔

ریتوبنہ۔ مگر جب ماں باپ نہ ہونگے راضی تو کیونکر ہوگی خانہ آبادی

ہاں ایک روز تو۔

واسطی۔ مجھ ہی سے ہوگی شادی پیاری میں نے سب کچھ سُن لیا ہے

چلو اب دونو جنٹلمین چلیں جب ہائی۔

گانا

ذرا دیکھو گون کی بہار۔ کیسی فیشن بنی۔

میڈم بناؤنگا سوٹ منگاؤنگا۔

کرتا ہوں یہ اقرار کیسی فیشن بنی۔

میڈم بنے ہم صاحب بنے تم گلے میں ڈالو ڈبے پھولوں کے ہار۔

بنگلہ سجا دوں فیشن بتا دوں ٹمٹم سے پہلے سلا دوں دھانہ

اب میرے ساتھ ڈینس کرو آکے اے میڈم۔

اگر یہ لوگ دیکھو اُٹھاتے ہیں یوں قدم

وہ کیسے۔

وہ کیسے۔

لا لا لا لا لا لا۔ مگر چلکر اب خوشتر رہیں مگر دونو یار

دیکھو گون کی بہار۔ کیسی فیشن ایبل بنی۔

فرحت۔ ہائے ہی عورت کا کسطرح سے یہ مرد بن گیا۔ جورو بنا خاوند

کیسے خصم بنا۔

واسٹر۔ پیاری تمہیں اپنی جوانی کی قسم ایک دیدو۔

زیتونہ۔ اگر کوئی دیکھ لیگا تو ستم ہو جائیگا۔

فرچیٹ۔ ہائے میں ایسا فریب ہماری بیگم کیا تھا۔

واسٹر۔ ہائے یوں پاؤں کی عزت جاتی ہیں۔

فرچیٹ۔ ٹھیر بیٹا میں مرزا نقت کو بلاکر لاتا ہوں اور تجھے ٹھیک کرتا ہوں۔

زیتونہ۔ اری غضب ہو گیا۔ ادھر سے تو اماں جان آ رہے ہیں۔

واسٹر۔ تو پیاری مجھ کو کہیں چھپا۔ اسے میں مرا میری اماں۔

زیتونہ۔ میں بتاؤں تو پھر عورت بن جا۔

واسٹر۔ نہیں پیاری اب کے میں عورت نہیں بنونگا۔ کیونکہ اب کے تو صرف نکاح ہی ہوا۔ اور اب عورت بناؤ تو بچے بچہ جننا پڑیگا۔

زیتونہ۔ اچھا تو آؤ پچھلے دروازے سے بھاگ جاؤ۔

(فرچیٹ کا آنا)

فرچیٹ۔ جی ہاں کہیں چھپا ہوگا۔

زیتونہ۔ کون ہے کدھر ہے۔ (آنا مرزا کا)

مرزا۔ ہیں کوئی چور حرام خور۔

زیتونہ۔ ہاں دیکھو وہ راہ ہے سپاہ۔

واسٹر۔ ہے سپاہ بھائی دروازے میں۔

زیتونہ۔ پیارے اب جلدی قدم اٹھاؤ۔ اور یہاں سے بھاگ جاؤ۔

مرزا۔ کمبخت پاجی بدمعاش نے میری نئی دلہن کو گلے سے لگایا اور مجھ پہ عیب لگایا ہیں یہ کیا۔

واسٹر۔ اری بڑا پھنسا۔

مرزا۔ ہاں میں نے خوب دیکھا بھالا ہے۔ یہ تمہارا خوب گھوٹالا ہے ہائے

واسٹر۔ ادب عرض ہے جناب والا۔

مرزا۔ اچھا دیکھئے قاضی صاحب یہ ہے میری اور یہ ہے میرا داماد

قاضی۔ چشم ما روشن دل ماشاد

واسٹر۔ الٰہی کبھی ہو نہ خانہ آباد۔ اجی واہ قاضی صاحب آپ نے مرد کا نکاح مرد سے پڑھ دیا تھا۔ ذرا سی میری شادی بھی کر دو

قاضی۔ خدایا یہ دونوں پیار و محبت
رہیں دولہا دلہن باعیش و مسرت

واسٹر۔ الٰہی ہو دونوں میں ہر وقت کھٹ پٹ
بھگا کر میں لیجاؤں دونوں کو جھٹ پٹ

سب۔ مبارک۔ مبارک۔ مبارک۔

رنڈیاں۔ مبارک مبارک۔ مبارک

مرزا۔ گاؤ گاؤ میرے داماد کی شادی کا کوئی دلچسپ گانا گاؤ۔

گانا

رنڈی۔ معمور شرابوں سے ہے میخانہ کسی کا
پر خالی رہا جاتا ہے پیمانہ کسی کا
خالی آتا ہے منہ پر زباں کہتی ہے بس بس
پھر کیا میں کسی سے کہوں افسانہ کسی کا
ارمان نہ ہوں خاک کہیں دیکھے ہی دل میں
جلتا ہے تپ ہجر سے کاشانہ کسی کا

بھانڈ۔ ٹھیکر بیٹے کو کہنے لگے سالی سالے
دولہے بھائی ہمیشہ مبارک باد شاد

واسٹر۔ پھوٹی چلی تو کہیا آئی دیکھی تھی ہمیشہ
پھوٹی ہنڈیا میں تو نکلی سبا کیا شاد

زندگی ۔ رک جاتا ہے افلاک بھی تجھ کو پکڑ کر
جب تجھ کو مٹانا چاہتا ہے دوست زمانہ کسی کا
اک لیلیٰ شمائل ہے تو اک شمع منیر
پروانہ کسی کا ہے ۔ دل دیوانہ کسی کا
(سب کا اندر جانا)

باب دوسرا سین تیسرا قید خانہ

(صابرہ کا قید خانہ میں نظر آنا)

صابرہ ۔ خداوندا کب تک تو اس عذاب میں ایک گنہگار کی طرح ثواب کا انتظار دکھائیگا ۔ ہائے کیا تو نے دکھیا دلوں کی مدد کرنے سے ہاتھ اُٹھا لیا ہے ۔ یا تیرے دستِ قدرت میں اثر باقی نہیں رہا ہے ۔ آہ کیا کروں ۔ بیوفا زندگی پیچھا نہیں چھوڑتی ۔ موت پہ اختیار نہیں ۔ زندگی قید [illegible]

حباب زندگی ہو جائے تجھ سے آشنا ہو کر
تو کوہ غم ابھی بہ جائے پانی کی صدا ہو کر
رہائی غیر ممکن ہے تیری سیلاب پانی
بچا لے تو بچا لے مرد مصیبت ناخدا ہو کر

ارزق ۔ میرے پہلو میں آ جائے اگر تو دلربا ہو کر
مصیبت سے بچا لونگا تجھے میں خود خدا ہو کر

صابرہ ۔ میرے حضور اگر آپ زندگی کی ہوس میں مصیبت سے خدا (توبہ [illegible]
نعوذ باللہ) فرعون ثانی بنکر بچا لیں گے ۔ مگر قیمت کہ خدا ابراہیم [illegible]
کی دہکتی ہوئی آگ میں بھی بچا لے کر تشریف لا دیگے ۔

ارزق ۔ ہم زندہ دل ہیں ۔ اور اسی لئے تجھ کو بھی سمجھاتے ہیں کہ تو بھی [illegible]
ہم سے رشتۂ الفت جوڑ کر ہنسی خوشی عیش میں گذار ۔

صابرہ۔ تو پھر لعنت ہے مجھ پر کہ اپنی پیاری عصمت آرام کے لئے آپکو رشوت میں دیکر دو دن کی مصیبتوں سے بچوں؟

میں اک آرام کی خاطر گناہوں میں جکڑ جاؤں
خراب عصمت کروں میں تو تیرہ بن میں زندہ گڑ جاؤں

ازرق۔ صابرہ۔ صابرہ تو کیسی عورت ہے۔ تو مجھ کو خدائی پر جدائی مل رہی مگر تو کچھ پرواہ ہی نہیں کرتا۔

صابرہ۔ میں نے کچھ بھیک کے ٹکڑوں پر پرورش نہیں پائی ہے۔ جو میں تیری بادشاہی کے لالچ میں آجاؤں جیتے ایک غلام یا کنیز بنکر زندگی بسر نہیں کی جو میں حکومت کے شوق میں اپنی عصمت خاک میں ملا دوں

پتھر میں تخم بونے سے اگتا شجر نہیں
بیکار ہے ریاض کہ جس میں ثمر نہیں
عنبر بھی خاک ہے گر خوشبو کوئی نہیں

ازرق۔ آہ صابرہ۔ صابرہ تیرا حسن مجھے ظالم بنا رہا ہے۔

صابرہ۔ کیا میرا حسن تجھے ظالم بنا رہا ہے۔

ازرق۔ ہاں!

صابرہ۔ تو آج سے اس حسن کو بگاڑ دینا ہی اچھا ہے۔

پڑے اک بیگناہ جسکی وجہ سے اب گناہ نہیں
فناہ پھر کیوں نہ کر دوں اسکو پھر نیکی کی رہ نہیں

ازرق۔ ٹھیر صابرہ ٹھیر۔

صابرہ۔ بس خبردار اگر تو ذرا بھی آگے قدم بڑھائیگا۔ تو یہی خنجر تیرے لئے موت کی صورت بن جائیگا۔

ازرق۔ نہیں صابرہ نہیں۔ مجھے مار ڈال۔ مگر تیرا دل ٹھنڈا رہے تو بہتر ہے

صابرہ۔ آہ خداوندا (صابرہ کا خنجر مار کر بیہوش ہو جانا)

خون میں ہاتھ رنگ لیگا - اور پھر پچھتائیگا۔

ارزق - ہیں دھوکا کیسا۔

ساجدہ - دھوکا ایسا کہ میں صابرہ نہیں۔

ارزق - صابرہ نہیں تو تو کون ہے۔

ساجدہ - صابرہ کے لباس میں تمہاری پہلی بیوی ساجدہ۔

ارزق - ساجدہ - ساجدہ - اف دھوکہ جا جا چلی جا تو میرا پیچھا کیوں نہیں چھوڑتی

ساجدہ - اچھا میں تیرا پیچھا چھوڑ دونگی مگر ایک شرط سے۔

ارزق - وہ شرط کیا ہے۔

ساجدہ - وہ یہ کہ تو اپنی تلوار مجھے دیدے اور میری چوڑیاں تو پہن لے سہ

پہ سید لباس اتار اور زرہ بکتر پھاڑ دے
تو اپنے ہاتھ سے مونچھیں اکھاڑ دے
تلوار مجھکو دیدے میں اسکو تھام لوں
تو چوڑیوں کو پہن لے میں تجھکو چھوڑ دوں

ارزق - میں یہاں تک گستاخی میری شان میں سے ہوشیار ہو تیرے سر کا شاہی

چاروں آفیسر - خبردار

پہلا - پہلے ان چاروں سروں کو جدا کر بعد میں اسکی جان یا اپنی جان دے۔

ارزق - ہیں میرے افیسر کیا تم بھی مجھ سے باغی ہو گئے۔

دوسرا - ہاں ہاں ہم چاروں دین اسلامی ہو گئے۔

ارزق - تو کیا میں تمہارے ڈر سے اسکو چھوڑ دونگا کبھی نہیں سب سے پہلے اسکی جان لونگا۔

مسافر - بس خبردار - اگر ہاتھ اٹھایا تو زیاں ہوگا۔

شمر جیلہ۔ ازرق تو اس مسافر کا سر کاٹ۔ اور میں اس کی گردن اڑاتی ہوں۔

سب۔ خبردار بدذاتو۔

ازرق۔ آہ دغا! ناکامی۔

(چاروں آفیسروں کا ازرق کو گرفتار کرنا)

باب دوسرا سین چوتھا مکان مرزا رفعت

(آنا واسٹر و دوڑھے مرزا کا)

واسٹر۔ میں تجھ سے ضرور لونگا۔

دوڑھے مرزا۔ میں تجھے کبھی نہ دونگا۔

واسٹر۔ میں تیرے باپ سے لونگا۔

دوڑھے مرزا۔ میں تیرے دادا کو بھی نہ دونگا۔

واسٹر۔ دیکھ بیٹا اگر تو میرے دادا کا نام لیگا تو میں تجھے بلی کی طرح جھنجوڑ رکھاؤنگا۔

واسٹر۔ ہاں یہ بات ہے۔

دوڑھے مرزا۔ ہاں تیری گردن اور ہاتھ ہے۔

واسٹر۔ دوڑھے مرزا تمہاری جورو بڑی خوبصورت ہے۔

دوڑھے مرزا۔ یاد رکھو بیٹا اگر جورو پر نظر لگاؤگے تو دونو آنکھیں پھوڑ ڈالونگا۔

واسٹر۔ ابے بڑا جورو والا آیا ہے ابے اس پر تو میرا حق ہے۔

دوڑھے مرزا۔ کیا کہا حق ہوچکا ہے۔ ارے کیا تو نے میری سانس کا دودھ پیا ہے۔ جو اپنا حق جتاتا ہے۔

واسٹر۔ دیکھ میاں دوڑھے مرزا میں کسی نہ کسی طرح تم سے آدھا

روپیہ لے ہی لونگا۔

دوطے مرزا۔ واہ بیٹا واہ۔ مفت کا روپیہ دیکھتے ہی بے ایمان کے پیٹ کی طرح پھول گئے۔

واسٹر۔ دیکھو دوطے مرزا۔ اگر میں تم کو روپیہ نہ دلاتا۔ تو تمہارے ہاتھ روپیہ کیسے آتا۔

دوطے مرزا۔ اگر میں تمہارا بھانڈا پھوڑ دیتا۔ تو تو خوب پیٹ بھر کر جوتیاں کھاتا۔

واسٹر۔ اچھا تو آؤ۔ ہم تم دونوں ملکر کشتی کریں اور جو پچھڑ جائے وہی روپیہ لے جائے۔

دوطے مرزا۔ اچھا تو آؤ۔

واسٹر۔ پہلے کسی استاد کا کوئی داؤ تو سکھاؤ۔

دوطے مرزا۔ لو یہ مارا۔

واسٹر۔ ابے جا میں نے مارا حرام خور۔

دوطے مرزا۔ ابے دیکھ میں نے مارا منہ تڑ خور۔

عورت دوطے مرزا۔ ہائے ہائے یہ کون بدمعاش میرے میاں کو مار رہا ہے۔ ارے کوئی دوڑو۔ پولیس پولیس۔

(آنا جمعدار کا)

جمعدار۔ کیا ہے کیا ہے کون چور ہے۔

واسٹر۔ یہ ہے۔

دوطے مرزا۔ نہیں یہ ہے۔

واسٹر۔ چور اسکو سمجھو۔

دوطے مرزا۔ نہیں جناب چور اسکو سمجھو۔

جمعدار۔ اچھا تم دونوں جنٹلمین نظر آتے ہو۔ اسلئے سپاہیو دونوں کو

تھانہ میں لے چلو۔

دولھے مرزا۔ ہائے چور کے بدلے گھر والا ہی پکڑا جائے۔

عورت۔ ہائے ہائے چور کے بدلے میرے شوہر کو بھی پکڑ کر لے گئے۔ اب خدا معلوم کب وہاں سے چھوٹ کر آئینگے۔ زمانے میں کیسا اندھیر ہو رہا ہے۔ کہ چور کے بدلے گھر والا ہی پکڑا جاتا ہے۔

(آنا واسٹر کا)

واسٹر دہ رہے ہیں واہ رے کوتوال کو گھسا دیا کہ فوراً کہنے لگا۔ یو مسٹر واسٹر اینڈ ریسپکٹ۔ جاؤ تمکو ایکدم رہائی اور بیچارہ دولھے مرزا پانچ روپیہ جرمانے کی نوبت آگی یہ کس کی ہے لگائی۔

عورت۔ کیوں جی میرے میاں کہاں۔

واسٹر۔ اجی میاں کو مارو گولی۔ بن جاؤ آج بھولی میرے دامن کیسا تھ باندھ لو چولی۔ ڈس از مائی ریسپکٹ۔

عورت ارے واہ رے تیری ریسپکٹ اگر تم سے میں شادی کر ونگی تو تم مجھکو کیا سکھ دو گے۔

واسٹر۔ پیاری ہم تمکو انگلش لیڈی بنا دینگے۔ تیرے پولکے سلا دینگے گون بنا دینگے۔ سوٹ منگا دینگے۔ اور دونوں میاں بیوی شام کو ٹھنڈی سڑک کی سیر کرنے جائینگے۔

عورت۔ کیوں جی جب میں گون پہنکر بن ٹھن کر موٹر میں بیٹھکر تمہارے ساتھ سیر کو جاونگی تو ہزاروں آدمیوں کے دلوں میں پم چر ہو جائیگا

واسٹر۔ اجی پم چر تو کیا بلکہ سائیکل کے ٹیوب کی طرح پھٹ جائیگا۔ سمجھی پیاری ایک بوسہ تو لاؤ۔

(آنا دوڑھے مرزا کا)

دوڑھے مرزا۔ او بد معاشوں کے ماسٹر یہ گھوٹالہ میری بیوی کیساتھ میں۔

واسٹر۔ یوں میاں لوگ پاؤں کی عزت ہاتھ میں۔

فرجیٹ۔ اجی ہاں انہوں نے ہی مجھ سے یہ کہا ہے۔

دوڑھے مرزا۔ ہیں یہ کیا ارے میں نے یہ کیا کہا ہے اور تونے کیا سُنا ہے

(آنا مرزا شوکت کا)

مرزا شوکت۔ اجی تم نے یہ نہیں کہا کہ میں شوکت کیساتھ ابھی اپنی بہن کو روانہ کرونگا۔

دوڑھے مرزا۔ بلکل غلط ہے۔

واسٹر۔ جی ہاں کل شام کو آپ مجھے سوچید روازے کے باغ میں بیٹھے ہوئے یہ نہیں کہہ رہے تھے کہ میں اپنی بہن کو ہرگز نہ بھیجونگا۔

دوڑھے مرزا۔ ہرگز نہیں تو بکتا ہے۔ میں نے کچھ نہیں کہا ہے۔

مرزا رفعت۔ خیر اگر مرزا شوکت اس سے تم کہا بھی ہے تو میں اسکی تم سے معافی چاہتا ہوں۔

دوڑھے مرزا۔ میں کہہ کہ کبھی نہیں مکرونگا۔ میرا گلا بھی کٹ جائیگا جب بھی کبھی جھوٹ نہیں بولونگا۔

مرزا رفعت۔ مرزا شوکت آؤ اور اپنی دولہن کو اپنے ساتھ لیجاؤ۔

دوڑھے مرزا۔ اف میرا سر کمہار کے چاک کی طرح پھر رہا ہے۔ کمبخت بھتوئی نے یہ تہمت لگائی اور جورو نے یہ بیوفائی دکھائی۔

عورت۔ نہیں بھائی۔

دوڑھے مرزا۔ کون بھائی کس کا بھائی کیسا بھائی۔

واسٹر۔ تو اسکا بھائی اور وہ میری لگائی۔

دوڑھے مرزا۔ کمبخت پاجی تیری شامت آئی۔

عورت۔ نہیں پیارے شوہر تم نے مجھ پہ جھوٹی تہمت لگائی۔
دولھا۔ بس بس رہنے دے تیری صفائی میں سب جانتا ہوں پاپی
عورت۔ پیارے شوہر سنو تو سہی۔
دولھا۔ میں سننا نہیں چاہتا ہوں۔ بس کل ہی تجھکو تیرے باپ کے گھر پارسل بیرنگ کئے دیتا ہوں۔
واسٹر۔ آہ اگر اس وقت پیاری زیتونہ آجائے تو بندہ جاتے جاتے دل تو ٹھنڈا کرتا جائے۔

زیتونہ کو آتی ہوئی دیکھکر

آہاہاہاہا۔ آئی۔ آئی۔ میری جان کی مالک زیتونہ آئی آخر میری محبت کھینچ لائی۔
زیتونہ (آکر) افسوس میرا باپ بھی کیسا اندھا ہے۔ کہ مجھے ایک ایسے اولڈ فیشن مرد سے بیاہ دیا۔
واسٹر۔ پیاری زیتونہ یہ ہماری تمہاری قسمت کا گھاٹا ہے۔ شوہر بننے کا حق میرا تھا۔ اور کمبخت شوہر وہ لمبو بنا ہے۔
زیتونہ۔ جاؤ واسٹر جاؤ تمہاری محبت کو بھی دیکھ لیا۔ تمہاری محبت کا کچھ بھی نتیجہ نہ نکلا۔
واسٹر۔ کیوں تو کیا پیاری مجھے تمہاری محبت نہیں ہے۔
زیتونہ۔ ہاں شاید۔
واسٹر۔ پیاری میں تو اپنی رسکیٹ کی قسم کھاکر کہتا ہوں کہ مجھ کو تم سے ایسی محبت ہے۔ کہ جیسے کتے کو ہڈی کے ساتھ اور چمار کو جوتے کی اڈی کیساتھ۔ ماں کو بیٹے کیساتھ سپاہی کو کمر کی پیٹی کے ساتھ غرضیکہ کیا کہوں پیاری اگر میں جھوٹ کہوں تو مجھکو تمہارے سر کی قسم۔

راز ہے۔

مسافر۔ وہ راز یہ ہے۔ کہ مرحوم شاہ کی زندہ صورت ابھی تک زندہ ہے

سب۔ ہیں ہمارا بادشاہ ابھی تک زندہ ہے۔

مسافر۔ ہاں زندہ ہے۔

(آنا ملکہ شرجیلہ کا)

(معہ ازرق کے)

شرجیلہ۔ او دغا باز کیا مرنے کیلئے۔

مسافر۔ ہاں جنت میں آرام پانے کیلئے۔

ازرق۔ جنت میں تجھے آرام کون دیگا۔

ساجدہ۔ خدا۔

ازرق۔ جا۔ جا۔ میں نے اسی روز تجھے قتل کرتے چھوڑ دیا۔

شرجیلہ۔ جلادو اس مسافر کا سر کاٹ لو۔

(آنا ناصر کا)

ناصر۔ خبردار پاجیو ہوش سنبھالو۔

ازرق۔ اچھا تو اسکے ساتھ اس کا سر کاٹ لو۔

ناصر۔ نہیں میرے بدلے تیرا سر کاٹا جائیگا۔

شرجیلہ۔ ناصر دیکھ میں پھر کہتی ہوں۔ کہ میرا کہنا مان جا۔ تو مجھے اپنی سگی ماں سے بھی زیادہ پائیگا۔

ناصر۔ چپ بے حیا بدکاری کی زندہ تصویر زبان بند کر۔

ازرق۔ اچھا لو اب تیار ہو جا۔ تجھی سے لیتا ہوں میں انتقام۔

مسافر۔ خبردار ادھر دیکھ نمک حرام۔

مسافر کا ڈریس بدل دینا۔

ناصر۔ کون ابا جان۔ میں زندہ ہوں یا مردہ یا مر کر دوبارہ آغوش پدر

میں آگیا ہوں مگر ابا جان آپکی جان کیونکر بچی
مسافر۔ بیٹا قصہ بہت لمبا ہے۔ میری جان صابرہ کے باپ وزیر صاحب نے بچائی۔
سب۔ بیشک اسی کا نام ہے۔ سچی وفاداری۔
شرجیلہ۔ اف میرا جگر پھٹا جاتا ہے۔ میرا دماغ بگڑا جاتا ہے۔ یہ میری آنکھوں کو کیا نظر آرہا ہے۔ معاف کرو للہ مجھے معاف کرو میرے پیارے شوہر مجھکو خدا کیلئے معاف کردو۔
مسافر۔ میں تجھکو ضرور معاف کرتا مگر تو نے تمام عورتونکو بدکاری کا سبق سکھایا ہے۔ اسلئے تجھ پر رحم کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔
ارشق شرجیلہ شرجیلہ۔ تو پاگل ہو گئی ہے ان سے معافی مانگنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔
ساجدہ۔ او بے ایمان تو اب تک اپنی بے ایمانی سے باز نہیں آتا ہے دیکھ تو موت کے منہ میں کھڑا ہے۔
ناصر۔ ابا جان ایسی خاندش عورت کو کبھی معاف نہیں کرنا چاہیئے۔
شرجیلہ۔ اے لوگو کیا تم میں سے کوئی بھی معافی نہیں دے سکتا ہے۔ دیکھو وہ شرجیلہ جو تھوڑی دیر پہلے تمہاری بات کا جواب بھی ضرورت سے دیتی تھی۔ وہی اب تمہارے قدموں پر سر رگڑتی ہے لیکن کوئی نہیں سنتا کوئی مجھے معافی نہیں دیتا۔ اچھا تو خیر میں خود اپنے خدا سے معافی چاہتی ہوں یا الہی توبہ توبہ۔
(گانا ساجدہ)
کھلا جو احمد کا روئے روشن فلک کے اعجاز نہیں کے نیچے

اُٹھا دی حق نے دوئی کی چلمن فلک کے اوپر زمیں کے نیچے
احد احمد سے بھی باہم تو ظلمتوں سے ڈر یقیں کیا ہم
دو آفتاب ہم نے پائے روشن فلک کے اوپر زمیں کے نیچے
خدا نے معراج جسکو دی ہو تو پست کیوں اسکی اُمتی ہو
رہے جو مر کر بھی زیرِ دامن فلک کے اوپر زمیں کے نیچے
وہ قوم مسلم کہاں ہے نیر بچے جن سے دو تو جہاں منور
ازل سے جسکا پلہ ہے مسکن فلک کے اوپر زمیں کے نیچے
جب ہوگا انصاف نسلِ آدم تو پہلے جنت میں جائینگے ہم
لیگا بیٹوں کو باپ کا دیں فلک کے اوپر زمیں کے نیچے

سب جزاک اللہ فی الدارین۔

ازرق۔ کمبخت کو مرتے مرتے بھی جنوں ہو گیا ہے۔

مسافر۔ دیکھ ازرق اب تو یہ گمراہی چھوڑ دے اور خدا سے توبہ کر۔

ازرق۔ میں کوئی شیخ چلی کی طرح بیوقوف نہیں ہوں میں کوئی جاہل نہیں کہ تمہاری چکنی چپڑی سی باتوں پر پھول جاؤں۔

ساجدہ۔ او بے یقین اب تجھے خدا کو ماننا پڑیگا۔

ازرق۔ جا جا ہٹ جا نہیں تو تیرا خاتمہ کر دونگا۔

ناصر۔ خبردار اگر قدم آگے بڑھایا تو سمجھ لینا کہ میں نے تجھے خاک میں ملا دیا۔

ازرق۔ ہیں تو کیا تو مجھ سے مقابلہ کریگا۔

ناصر۔ ہاں میں تجھ سے مقابلہ کرونگا۔

ازرق۔ اچھا میں دیکھتا ہوں کہ تو کس طرح میرے ہاتھ سے بچتا

ہے سے

کیا خوں بہانہ اک تیرا میرے خلاف ہے
میری تلوار کا جو دیکھو تو خونی غلاف ہے
جنگ آزمانے آئے تو جنگ مصاف میں
مانگیگا تو پناہ کہاں کوہ قاف میں
کیوں جان کر مصیبت تو لاتا ہے جان پر
ڈر ہے کہ بجلی جا گرے نہ آسمان پر

ناصر۔ او جاہل شخص ہو کر۔ ورنہ ان تمام تکبرانہ لفظوں کا جواب تلوار سے دیا جائیگا۔

ارزق۔ کون دیگا۔

ناصر۔ میں دونگا۔

ارزق۔ کبھی نہیں۔

ناصر۔ ابھی ابھی۔

ارزق۔ ٹھہر بدذات سنبھال میرا وار۔

مسافر۔ خبردار۔ ٹھہر جا بیٹا اسکی تو میں خبر لیتا ہوں۔

ارزق۔ آہ

(ارزق کو مار دینا۔ ٹیبلو)

ڈراپ سین

... بیس پورے فیشن ڈریس
... دیکھیے یا چارنگ دی ڈیل۔

باب تیسرا سین پہلا اگلا جنگل

گانا صابرہ

کون لایا ہے مجھے جلتی زمین پر دھوپ میں
اڑتے ہیں جس جا بگولے شعلے بنکر دھوپ میں
دھوپ بھی وہ دھوپ خود جل جائے جسمیں آفتاب
خاک سے پھر کیوں نہ ہوگے پیدا دھوپ میں
کس کی آہوں نے لگا دی اسقدر پانی میں آگ
مچھلیاں ریتی پہ آگئیں بیٹھی سر دھوپ میں
اے مسلمانوں نہ پیٹ منہ پھیر مسلم سے
الحفیظ کتنے آٹھینگے روز محشر دھوپ میں
اپنی اسلام کی سوزش بتاتی ہے نہیں ؟
روضۂ انور سے نکلیں گے ہمیں دھوپ میں

نصر- خداوندا اسقدر مجھکو اپنے ماں باپ کے مرنے کا غم نہیں ہے جسقدر اپنے پیارے ناصر کے چھوٹنے کا رنج ہے- اس جنگل میں میں جتنا مجھکو اپنے مرنے کا رنج نہیں ہے- اتنا ہی شہزادہ نامدار کے جو کے پیارے سپاہیوں کے شہید ہونے کا غم ہے ٭

چھائی دھاروں کی گھٹا تیغیں بنی ہیں برق بار
ٹوٹی برسات سے میداں ہوا ہے لالہ زار

ارزق - ہیں [illegible] اللہ اکبر سوار

ناصر - ہاں میں تجھ سے مقابلہ کرونگا-

ارزق - اچھا میں دیکھتا ہوں کہ تو کس طرح [illegible]

فتح کی امید اب الہیوں کے ساتھ ہے
یا خدا عزت میرے ناصر کی تیرے ہاتھ ہے

ساجدہ۔ پیاری بہن اب افسوس کا کوئی موقعہ نہیں ہے۔ خدا کا شکر بجا لاؤ۔

صابرہ کیا ہماری فتح کا ڈنکا بجنے لگا۔

ساجدہ۔ ہاں بڑے جاہ و جلال کے ساتھ وہ دیکھو قلعہ پر ہماری فتح کا جھنڈا لہرا رہا ہے۔

صابرہ۔ شکر ہے خداوندا۔

ساجدہ۔ پیاری بہن تم قلعہ میں جاؤ جلدی کرو میں آتی ہوں۔

صابرہ۔ مگر آپ کہاں جاتی ہیں۔

ساجدہ۔ میں شہزادہ ناصر کو لیکر آتی ہوں۔ تم فوراً قلعے میں پہنچ جاؤ اور شکرِ خدا بجا لاؤ۔

صابرہ۔ بہت خوب۔

(دونوں کا جانا)

سین ختم

باب تیسرا پردہ دوسرا

گانا بنگالی زیتونہ

اُجرا شوبے ہو بوڑو۔

ایکٹریس۔ ایک چھوٹے سے بی کو ربو دیس پورے فیشن ڈریس ڈاکٹر ہو بے کو ٹوپل۔ ڈیڈیشے یا چار تک دی دیل۔

اے یا حق روتی تو پوکیرے آؤکیل ہوکے لوٹ بوکیں
امریکہ کو ریو بھارت سے جو سوئی چھائی بو یس۔ او مائی
امرو شوبے ہولو بوٹو ڈائکڑیس۔

نثر بیچارہ واسٹر اس روز پیٹا گیا یہ جو کچھ کیا سب فرچیٹ نے کیا معلوم نہیں کیا سبب ہے۔ کہ میرا دل بھی کچھ کچھ واسٹر نے لیا سو لیا ہے کہ آٹھوں پہر اسی کا خیال رہتا ہے۔ پڑا نٹ کھٹ ہے۔

(آنا واسٹر کا)

واسٹر۔ اد وس از مائی ریسپکٹ کیوں پیاری نریتونہ مزاج کیسا ہے۔

نریتونہ۔ تمہاری بلا سے کیسا ہے۔

واسٹر کیوں پیاری یہ صبح ہی صبح بوتی کھٹولی کے وقت ناراضی کیسی؟

نریتونہ اجی اس محبت کی ایسی تیسی۔

واسٹر تھہا تو کیا پیاری ہماری تمہاری محبت میں کچھ صوانده پڑھ گیا ہے۔

نریتونہ۔ اجی جاؤ جی محبت کا نام بد نام نہ کرو۔

واسٹر۔ ہیں تو کیا ہماری محبت کا آپکو یقین ہی نہیں۔

نریتونہ ہرگز نہیں۔

واسٹر اچھا تو تو پیاری علیحدہ ہو جاؤ میں تمکو اپنی محبت کا امتحان دیتا ہوں اب تم کو ابھی دکھے دیتا ہوں۔

ہاں چل چل اے نریتونہ پیاری کے عشق میں جلنے والی جان نکل نکل
اور اے تیر نیولے عاشق دنیائے فانی سے شہر خاموشاں چل چل

ارے نکل اوہنہ نکل نکل۔

زیتونہ۔ ارے واسٹر یہ تو کیا کرتا ہے۔

واسٹر۔ نکالتا ہوں تیرے عشق میں اپنی غم کھانیوالی جان نکالتا ہوں۔ ہاں نکل نکل۔

زیتونہ۔ ارے یہ تو سچ مچ مرنے کو تیار ہے۔ اس کم بخت کو بھی مجھ سے پیار ہے۔ ارے چل جانے عشق یہ کیسی تکرار ہے۔

واسٹر۔ اچھا پیاری زیتونہ اب تو شادی کا قول و اقرار ہے یا انکار ہے۔ اگر انکار ہے تو چل پھر نکل۔

زیتونہ۔ اقرار ہے سویٹ نٹ کمٹ

واسٹر۔ اودس از مائی رسپکٹ۔

(آنا فرچیٹ کا)

فرچیٹ۔ ہیں پھر وہی جھنجٹ۔ اچھا لایا مرزا رفت کو بیٹا فرچیٹ۔

واسٹر۔ پیاری اب شادی کے اقرار کے بیانے میں ایک بوسہ تو دے دو۔ دیکھو ورنہ ہو جائے گی کھٹ پٹ۔

(بوسہ لینا چاہنا)

واسٹر۔ اودس از مائی رسپکٹ۔

مرزا۔ ہائے شیر کی طرح دبوچ لینا۔

مرزا شوکت۔ ہاں خبردار جانے نہ دینا۔

فرچیٹ۔ کتے کی طرح جھنجھوڑ کھاتا۔

واسٹر۔ ارار دس از مائی رسپکٹ۔

فرچیٹ۔ بیٹا یہ رسپکٹ کی رسپکٹ۔

واسطی۔ دس از مائی ریسپکٹ

دوسے مرزا۔ یہ ریسپکٹ رفیکیشٹ۔

مرزا۔ کیوں بے نالائق تو میرے گھر کیوں آیا۔

واسطی۔ جناب سچ کہدوں۔

سب۔ ہاں سچ۔

واسطی۔ مجھکو پیاری زینت کا عشق یہاں کھینچ لایا ہے۔

مرزا۔ ہیں تو کیا تو اسکا عاشق ہے۔

واسطی۔ جی ہاں اسکا عاشق ہوں اور یہ میری ریسپکٹ۔

مرزا۔ کیوں سے بد معاش چھوکری تو نے یہ کیا کیا تیرا تو شوکت مرزا سے نکاح ہو چکا ہے پھر یہ کیا کہتا ہے۔ کیا تیرا بھی یہی منشا ہے

زینت۔ ہاں آباجان بیشک میرا بھی یہی منشا ہے۔ کیونکہ آپنے مرضی کے خلاف ایک بڈھے اولڈ فیشن مرد کے ساتھ بیاہ دیا ہے کہ جسکو نہ فیشن کی خبر نہ بات کرنے کا سلیقہ ہے۔

سب۔ توبہ توبہ

شوکت۔ یہ آجکل کی عورتوں کا طریقہ ہے۔

مرزا۔ ہائے ہائے بد معاش چھوکری یہ تو کیا بک رہی ہے۔

واسطی۔ جناب یہ جو کچھ کہہ رہی ہے سچ کہہ رہی ہے۔

مرزا۔ ہائے فیشن اور ریسپکٹ۔

واسطی۔ اولیس دس از مائی ریسپکٹ۔

مرزا۔ ہائے ہائے اگر میں پہلے سے جانتا تو اسکو کبھی گھر سے باہر بھی نہ نکلنے دیتا۔ گھر کے اندر ایک پنجرے میں بند کر رکھتا یہ سب انگریزی سکولوں کی پڑھائی کا نتیجہ ہے جسکا آج یہ بدلا ملا ہے۔

عورت دوٹھے مرزا۔ ہاں آپا جان بجا ہے۔ پیاری بہن ہم نے
کیا بے شرمی کا برقعہ لیا ہے۔ اپنی لیاقتی اور شرافت کو بالکل
ہی بالائے طاق رکھ دیا ہے۔ افسوس ہماری بہنیں آجکل کے مردوں
کی ظاہری سجاوٹ پر فریفتہ ہو جاتی ہیں۔ مگر انجام نہیں سوچتیں
مگر اسمیں عورتوں کا کیا قصور ہے۔ یہ انکے گھر والوں کا قصور ہے۔
سکول میں عورتوں کو پڑھانا اور دنیوی ترقی کے انگریزی کتابیں
پڑھانا نہ گھر کا کچھ کام سکھانا نہ اپنے مردوں کی عزت کو جتانا
جن سے وہ بالکل ہی جاہل اور بجائے عقل و علمیت سے باہر
ہونے کے غافل ہو جاتی ہیں۔ صرف نام کیلئے سکول جاتی ہیں۔
اور اپنی آبرو کو سکول کی آڑ میں خاک میں ملاتی ہیں ۔

افسوس بہنوں نے ہماری یوں پڑھایا ہے تعلیم کا سبق الٹا
کہ سیدھی راہ کو وہ چھوڑ کر چلنے لگیں ہیں راہ الٹا
الہی رحم کر اور بھلا دل سے یہ فیشن کو
کہ فیشن نے ہی کر ڈالا چولھا چکی اور توا الٹا۔
اگر پوچھو جہاں میں تو عصمت سے ہی عزت ہے
کہ شوہر کی اطاعت سے تلے قدموں کے جنت ہے۔

واشر۔ سدھر گیا۔ بالکل سدھر گیا۔ ایسے خوبصورت مولوی کا واعظ
میرے کانوں میں بالا بھکر اتر گیا۔

مرزا۔ شاباش میری بیٹی اگر بہو ہو تو ایسی نیک پند ہو

دوٹھے مرزا۔ جورو ہو تو ایسی باعصمت اور عقلمند ہو۔

مشوونہ۔ اچھا پیاری بہن تمہاری نصیحت میرے سر آنکھوں پر۔ اب
تک میری آنکھیں بند تھیں مگر تم نے مجھے جگا دیا۔ اور نیک راستہ
بتا دیا اب اپنے گناہوں کی خدا سے بھی توبہ کرتی ہوں۔ ادھر کچھ لوگ

سب — تیری پیاری وفاداری ہوتن من دھن تجھ پہ قربان
تجھ سا جانی نہیں تیرے ثانی نہیں۔
رہے دونوں میں یارب محبت و پیار۔
جب تک ہوں زندہ رہوں تیرا بندہ۔
نظر اٹھا کر نہ دیکھوں کسی کو۔
سب — بھر بھر جا ئیں الفت کی مئے پیئیں شادمان
یار اچھی واہ واہ۔

(سب کا جانا)

باب تیسرا سین تیسرا دربار

(عادل شاہ بادشاہ کا تخت پر بیٹھے نظر آنا۔)

شاہ عادل۔ خدا کا شکر ہے کہ آج خدا نے ہماری دلی آرزو پوری کی اور بدکاروں کو ان کے ظلم کی سزا ملی ؎

تھا جس کا پھل پھول اُسے دلایا — نہ پنپنے میں فرق آیا
بگاڑ کر سب چمن بنایا — اب اسمیں خود ہی مہک رہا ہے

سہیلا ؎

خزاں میں طرزِ فنا دکھا کر فنا میں رنگ بقا جما کر
ثبوت روزِ قیامت اکثر بتا کے ہمکو دکھ رہا ہے

ساجدہ ؎

دوئی کا پردہ اٹھا خدایا دکھا وہ نورِ احد سراپا
فراق نیرہ نہیں گوارا کہ مرگ تیر ٹپک رہا ہے۔

شاہ عادل۔ آؤ میرے پیارے بچو آؤ۔ اور ہاتھ ڈالو